ماہنامہ دارالعلوم نومبر، دسمبر ۹۴ء کی خصوصی اشاعت

دارالعلوم دیوبند

ایک اجمالی تعارف

حسب ہدایت

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترتیب

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند

طارق دیوبند

ماہنامہ دارالعلوم نومبر، دسمبر ۹۴ء کی خصوصی اشاعت

دارالعلوم دیوبند

ایک اجمالی تعارف

حسب ہدایت

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترتیب

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

مرکزی دفتر رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند

طارق دیوبند

فہرست مضامین

نمبر شمار	نگارشات	نگارش نگار	صفحہ
۱	تقریب اشاعت	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی	۳
۲	حرف آغاز	〃 〃 〃	۴
۳	مکتوب گرامی	حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم	۸
۴	اکابر رحمہم اللہ کا نصاب درس اور اس کے فوائد	مولانا اسماعیل ابراہیم بدات مدینہ منورہ	۱۲
۵	دار العلوم دیوبند اور اس کا نظام تعلیم	مولانا عبید اللہ سندھیؒ	۱۴
۶	اساسی کمال، علم وعمل	افادات حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ	۱۶
۷	تراشے	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی	۱۸
۸	علم عرفان، طلب سے ابلاغ تک اور اسکا نظام	جناب قطب الدین ملا ایم اے بی ایڈ	۲۶
۹	دار العلوم نے مسلمانوں کو کیا دیا	ادارہ	۴۳
۱۰	طبقات مشاہیر علماء دیوبند	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی	۴۴
۱۱	علماء دیوبند اور علم القرآن، ایک سرسری جائزہ	〃 〃 〃	۵۱
۱۲	دار العلوم دیوبند......ایک عظیم تحریک	مولانا مفتی محمود صاحبؒ (پاکستان)	۵۸
۱۳	نصاب کی خامی یا خوبی	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۶۴
۱۴	نصاب تعلیم دار العلوم دیوبند	ادارہ	
۱۵	نظام تعلیم وتربیت	ادارہ	

تقریب اشاعت

دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ میں ہندوستان کے اسلامی مدارس کا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں دو ہزار سے زائد نمائندگان مدارس نے شرکت کی تھی اور اسی میں رابطہ مدارس عربیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس اجلاس کے بعد ماہنامہ دارالعلوم نے اپنا ایک خصوصی شمارہ شائع کیا تھا جس میں اجلاس کی مفصل رپورٹ کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات، نصاب تعلیم اور مشاہیر کے موضوع پر نہایت بیش قیمت کئی مضامین شامل کیے تھے. جسے قارئین کرام نے بیحد پسند کیا تھا۔

اب جب کہ حکومت وقت اور اس کی مشینری، قومی تہذیب کے نام پر ہندو دیومالائی تہذیب و ثقافت کی ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں ہے اور سرکاری تعلیم گاہوں میں بغیر کسی تخصیص کے "وندے ماترم" کا گیت گانے اور ہندوستان کی فرضی تصویر پر پھول مالا چڑھانے کا (جو اسلامی نقطہ نظر سے ایک خالص مشرکانہ رسم ہے) کا نفاذ کیا جارہا ہے۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ دینی مدارس جو اسلامی تہذیب و روایت کے محافظ و نقیب ہیں ان کے خلاف آئے دن سرکاری سطح پر سازشیں کی جاری ہیں اور انہیں قومی مجرموں کی صف میں کھڑا کردینے کی غیر منصفانہ کوششیں جاری ہیں نیز دستور ہند میں دی گئی مذہب اور تعلیم کی آزادی کو سلب کرنے کی جد جہد کی جارہی ہے۔ ان انتہائی خطرناک حالات کے پیش نظر دارالعلو دیوبند نے ۲۱/ رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۲/ نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات ملک گیر پیانے پر ارباب مدارس کا کل ہند اجتماع بلانے کا فیصلہ کیا ہے جس میں مدارس دینیہ کے خلاف فتنے برپا کرنے کی کوششوں کے سدباب کے لئے جامع لائحہ عمل تیار کیا جائے گا۔

اس شمارے میں (جیسا کہ ذکر کیا گیا) کل ہند اجتماع مدارس عربیہ منعقدہ ۲۰/۲۱/۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ کے اجلاس کی مکمل رپورٹ شامل تھی۔ اب چونکہ دارالعلوم کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مدارس عربیہ کے تمام اجتماعات کی رپورٹ مستقل شائع کی جارہی ہے اس لئے اسے اس شمارے سے لگ کرلیا گیا ہے البتہ سابقہ اشاعت میں صرف درجات عربیہ کا آٹھ سالہ نصاب تعلیم شائع ہوا تھا۔ اس اشاعت میں تکمیلات اور درجات فارسی و دینیات کا نصاب بھی شامل کیا جارہا ہے.

امید کہ خصوصی شمارے کی یہ اشاعت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی

مولانا) حبیب الرحمٰن قاسمی

مدیر رسالہ واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

۱۲/ ۷/ ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی

دارالعلوم دیوبند اور اس کے نہج پر قائم دیگر سارے مدارس دینیہ کا بنیادی تخیل دراصل امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے انقلابی فکر و دعوت کی اساس پر استوار ہے جن کے پیش نظر بقول حضرت شیخ الہند اگر ایک طرف ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی تھی تو دوسری جانب برصغیر میں بقائے اسلام اور تحفظ شریعت کا اہم منصوبہ تھا۔ اگر ایک طرف ان کا مقصد نونہالان قوم کو مغربی فکر و تہذیب کی یلغار سے محفوظ رکھنا تھا تو دوسری طرف ان کا مطمح نظر انھیں اسلامی تعلیمات و احکام سے آراستہ کرنا تھا، چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ سوانح قاسمی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"اگر لارڈ میکالے نے یہ کہہ کر اپنا نظام تعلیم ہندوستان میں پھیلایا کہ ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور روح و فکر کے لحاظ سے انگریز"

تو بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے دارالعلوم کی بنیاد ڈالتے ہوئے لسانِ حال سے یہ عملی صدا بلند کی کہ ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندی و سندھی، ایرانی و افغانی، خراسانی و ترکستانی ہوں، لیکن روح و فکر کے لحاظ سے عربیت و اسلامیت کی روح سے معمور اور بھرپور ہوں (ص ۵)"

بالفاظ واضح دارالعلوم دیوبند اور معنوی طور پر اس سے متعلق برصغیر کے مدارس اسلامی کا اساسی کام تعلیم کتاب اللہ، تدریس سنت رسول اللہ، تفقہ فی دین اللہ کے ذریعہ ایسے رجال کار تیار کرنا ہے جو دل و دماغ کے اعتبار سے اسلام کے سچے امین اور فکر و عمل کے لحاظ سے نمونہ کے مسلمان ہوں۔"

۱۸۵۷ء سے اب تک کی مسلّم تاریخ پر نظر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ برصغیر میں آج جو دینی چہل پہل ہے وہ انھیں مدارس دینیہ کی دم قدم سے ہے۔ بلکہ بلامبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کچھ اوپر ایک صدی کے اس عرصہ میں ارباب مدارس علمارہند نے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم و تشریح اور نشر و اشاعت میں جو وسیع تر خدمت انجام دی ہے، مصر و شام اور دیگر بلادِ اسلامیہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے، جس کا اعتراف خود مصر کے بعض محققین علمار نے کیا ہے۔

مدارس دینیہ کی ان خدمات جلیلہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم ان کے احسان مند ہوتے اور ان کی تعمیر و ترقی کے لئے اپنی کسی کوشش سے باز نہ رہتے، لیکن اپنے مخصوص ذہن و فکر کی بنا پر ملت کا ایک طبقہ ابتدا ہی سے مدارس کی بیخ کنی پر تلا ہوا ہے اور دل سے اس بات کا خواہش مند ہے کہ ان مدارس دینیہ کو ان کے مناہج و مقصد سے ہٹاکر انھیں عصری اسکول و کالج میں بدل دے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے طبقہ علمائے دین، طلبۂ علوم اسلامیہ پر آئے دن ناروا حملے کرتا رہتا ہے، اور اپنے مقتدایانِ مغرب کی پیروی میں ان پر ضروریات زمانہ سے بے خبری، تنگ نظری بنیاد پرست، قوم کی روٹیوں پر پلنے والے، نقیر و قلاش وغیرہ طعنے اور خود ساختہ الزامات تھوپنے کی بیجا سعی میں مصروف چلا آرہا ہے۔ یہ طبقہ دینی علوم و علمار کی دشمنی میں اس حد تک آگے جاچکا ہے کہ اس نے اپنے رویہ سے افہام و تفہیم کی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔

اس معاند طبقہ کے علاوہ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مادّیت کے فروغ سے متأثر ہوکر اخلاص و خیرخواہی کے جذبہ سے یہ چاہتا ہے کہ اہل مدارس دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم بھی اپنے مدرسوں میں پڑھائیں تاکہ مدارس کے فضلار علوم دینیہ سے واقفیت کے ساتھ روزی روٹی کے ہنر سے بھی بے بہرہ نہ رہیں، اس مخلص مگر سادہ لوح جماعت کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ علوم عصریہ کے بغیر روزی روٹی کا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا، اس لئے بڑی حد تک اسے اپنی رائے پر اصرار بھی ہے اور مختلف طریقے سے اپنی اس رائے کی ترسیل و تبلیغ کرتا رہتا ہے۔

جس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگ مدارس کے نظام تعلیم کو ناقص اور غیر مفید سمجھنے لگے ہیں۔
ان دونوں طبقوں کے ساتھ خود مدارس کے فضلا میں ایک طبقہ مروجہ نصاب میں تبدیلی کی آواز بلند کر رہا ہے، جن میں بعض تو بنیادی تبدیلی چاہتے ہیں اور بعض جزوی حذف و اضافہ کے ذریعہ نصاب کو سہل الحصول بنانا چاہتے ہیں، یہ حضرات بھی برملا اپنی رائے کا اظہار و اعلان کرتے رہتے ہیں

مدارس سے متعلق ان مختلف آوازوں نے اہل مدارس کو ایک عجیب طرح کے مخمصے میں ڈال دیا ہے اس لئے ضرورت داعی ہوئی کہ ملک گیر پیمانے پر اہل مدارس کا اجتماع بلایا جائے جس میں مدارس کے مسائل پر کھل کر گفتگو ہو اور ان مختلف آوازوں کے تصادم سے پھیلے غبار کو دور کیا جائے اور باہمی گفت و شنید اور رائے و مشورے سے مدارس کے لئے متفقہ نظام تعلیم و تربیت مرتب کیا جائے

دارالعلوم دیوبند چونکہ ام المدارس کی حیثیت رکھتا ہے، اور کچھ مخصوص مدارس کے علاوہ ملک کے سارے ہی مدارس معنوی طور پر دارالعلوم دیوبند ہی سے مربوط ہیں اس لئے دارالعلوم دیوبند ہی کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ ارباب مدارس کے اجتماع کا تکفل کرے، الحمد للہ ثم الحمد للہ دارالعلوم کے ارباب حل و عقد نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور مدارس کا ایک نمائندہ اجتماع ۲۰/۲۱/ محرم ۱۴۱۵ھ مطابق ۱/۲/ جولائی ۱۹۹۴ء کو بلایا، اس اجتماع نے کل ہند مدارس کے اجتماع کی ضرورت کا شدت سے اظہار کیا، اور کل ہند اجتماع میں زیر بحث آنے والے ضروری مسائل کا ایک خاکہ بھی اتفاقی طور پر مرتب کیا اور کل ہند مدارس عربیہ اسلامیہ کے اجتماع کے لئے اپنی تجویز میں ماہ اکتوبر کو مقرر بھی کر دیا، چنانچہ نمائندہ اجتماع کی تجویز کے مطابق ماہ اکتوبر کی ۲۷، ۲۸، ۲۹ر مطابق ۲۰، ۲۱، ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ کو دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام دارالعلوم ہی میں یہ کل ہند مدارس کا یہ اجتماع ہوا جس میں صوبجات یوپی، بہار، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، آسام بنگال، منی پور، گوا، دہلی، گجرات، مہاراشٹر، راجستھان، ہریانہ و پنجاب، ہماچل پردیش، آندھرا پردیش تملناڈو، کرناٹک، کیرالہ، کشمیر، نیپال کے بائیس سو اٹھائیس ۲۲۲۸، مدارس کے نمائندے شریک ہوئے، مشاہیر میں ارکان مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ حضرت مولانا ابرار الحق خلیفہ حضرت

حکیم الامت مولانا تھانوی، حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ ایک منفرد اجتماع تھا جو محض اس لئے اٹھا ہوا تھا کہ مستقبل میں علوم دینیہ اسلامیہ کی تعلیم و ترویج کے لئے مناسب نظام عمل مرتب کرے۔ بحمداللہ اجتماع اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ پر پولس کی غیر قانونی یورش ہندوستان کی جمہوری وسیکولر قدروں پر یقین رکھنے والوں کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ حکومت کے ذمہ داروں نے اگرچہ اپنی مشینری کی اس بیجا حرکت اور ہمالیائی غلطی کا اعتراف کرلیا ہے، لیکن انگریزی و ہندی پریس اس مسئلہ کو جس انداز سے پیش کررہا ہے وہ انتہائی خطرناک ہے۔ پھر حکومت کی اس رویہ سے چشم پوشی ایک بڑے خطرے کی نشاندہی کررہی ہے۔ اس مسئلہ کو جو لوگ فرقہ واریت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں وہ نہ صرف صحافت کا خون کررہے ہیں بلکہ ملک کو جمہوریت کی راہ سے ہٹانے کی کاوش میں مبتلا ہیں۔ ادھر عرصہ سے فرقہ پرست افراد دینی مدارس کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے ہوئے تھے یوپی پولیس نے رات کے اندھیرے میں ندوہ پر چھاپہ مارکر ان کی عملی ہم نوائی کا ثبوت پیش کردیا ہے۔ ایک جمہوری ملک میں اس قسم کی غیر جمہوری اور غیر قانونی حرکتیں سب کے لئے باعث شرم ہیں۔ اور بلالحاظ مذہب و ملت سب ہی کو اس شرمناک حرکت کا احساس ہونا چاہئے۔ خاص طور پر حکومت اور اس کی مشینری کو اس سلسلہ میں زیادہ حساس رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ اس قسم کی غلطی پھر نہ دہرائی جائے۔ ایل۔ ایس کو بھی اس خطرے کی گھنٹی کا احساس ضروری ہے۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی

★ خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ ★

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد۔ مدارس دینیہ کے قیام کا مقصد محض علوم کی منتقلی یا کسی طرزِ تعلیم کا اجراء نہیں ہے بلکہ اسکی تاسیس کا عظیم مقصد میراث نبوی (کتاب وسنت) کی علمی و عملی حفاظت واشاعت ہے ظاہر ہے کہ اس کے لئے تعلیم وتربیت دونوں ہی ضروری ہیں کیونکہ تعلیم سے علم نبوی اور تربیت سے عمل نبوی کا ظہور ہوگا اور یہی دو چیزیں درحقیقت میراثِ نبوی ہیں یہیں سے مدارس کا جو اصل کام ہے وہ خود بخود متعین ہوجاتا ہے اور وہ ہے تعلیم وتربیت۔ تعلیم و تربیت کے بنیادی عناصر میں نصاب تعلیم ونظام تربیت دونوں ہی ہیں، اسی وجہ سے ہر دور میں یہ دونوں مسئلے بہت اہم اور غور وفکر کا موضوع رہے ہیں بالخصوص اس وقت دینی مدارس میں تعلیمی وتربیتی دونوں ہی لحاظ سے جو تنزل ہو رہا ہے اس کی بناء پر ان دونوں چیزوں پر خصوصی طور پر توجہ اور غور وفکر کی ضرورت ہے۔ نیز دعاء کا بھی خاص اہتمام چاہئے تاکہ موجودہ صورتِ حال کے تدارک کی بہتر صورت بفضلہ تعالیٰ ظاہر ہوجائے اور انفراداً واجتماعاً اس میں لگنے کی توفیق بھی مل جائے۔

چنانچہ تعلیمی خامی کے رفع کے لئے چند امور معروض ہیں۔

(۱) نصاب تعلیم جو بھی طے ہو اس کے لئے ایسے اساتذہ کا جن میں حسبِ ذیل دو باتیں پائی جاتی ہوں ان کا انتخاب کرنا۔

الف جس علم وفن کو پڑھاتے ہوں اس سے مناسبت اور اس میں مہارت ہونا یا اس کی فکر ہونا اور بقدر ضرورت استعداد ہونا۔

ب بقدر ضرورت تقویٰ ہونا۔

(۲) تقسیم اسباق میں پڑھانے کے لئے اسباق بقدر تحمل مقرر کرنا۔

(۳) ابتدائی کتب تجربہ کار اساتذہ کے پاس ہونا۔

(۴) اساتذہ کا معقول مشاہرہ بقدر حاجت مقرر کرنا۔

(۵) اسباق کی عبارت خوانی کے سلسلہ میں بلاتعین ہر ایک سے پڑھوانا خواہ پوری پوری عبارت ایک طالب علم سے پڑھوائی جائے یا تھوڑی تھوڑی کئی ایک سے پڑھوانا۔

(۶) صحیح عبارت پڑھنے والے سے اعراب وترکیب کی تحقیق کرنا۔

(۷) پچھلا سننے کا اہتمام رکھنا گاہ گاہ متعدد طلبہ سے پوچھ گچھ کرنا۔

(۸) مشکل مقامات کا خلاصہ لکھوانا اور اس کی تقریر کرانا۔

(۹) داخل شدہ طلبہ میں اگر عبارت خوانی کی صلاحیت ظاہر نہ ہو تو اس کمی کے دور کرنے کے لئے کچھ مدت مقرر کرنا۔ مدت مقررہ میں کمی دور نہ ہونے کی صورت میں تنزل کر دینا۔

(۱۰) امتحان ماہانہ کا انتظام اور اعلیٰ نمبر پر انعام مقرر کرنا۔

(۱۱) داخلہ کا امتحان تفصیلی و معیاری ہونا۔

(۱۲) ممتحنہ کتب کے ساتھ اس کے نیچے کی کتب کی بھی جانچ کرنا۔

(۱۳) نصاب تعلیم میں تصحیح قرآن شریف کو اور کتب تجوید کو بھی شامل کرنا۔

(۱۴) نصاب تعلیم میں اصلاح اخلاق کی کتب کو بھی داخل کرنا اس سلسلہ میں کچھ معاون کتب کو بھی تجویز کرنا۔

(۱۵) اپنے اپنے مدارس کے امتحان ومعائنہ کے لئے باہر سے بھی بعض ایسے حضرات کو جو مروت سے مغلوب نہ ہوں بلانا۔

عملی حالت کی درستگی کے سلسلہ میں چند گزارشات

(۱) اساتذۂ کرام کے تقرر میں انکی عملی حالت پر خاص توجہ کرنا بالخصوص وضع قطع اور سر کے بال اور شرعی ڈاڑھی کو خاص اہمیت دینا۔ ایسی کمی پر تقرر نہ کرنا اگر کرنا تو عارضی طور پر ایک ماہ کے لئے تقرر کرنا پھر ذمہ دار کا خصوصی نگرانی بھی رکھنا۔

(۲) داخلہ کے وقت صلحاء کی وضع قطع بالخصوص سر کے بال و ڈاڑھی کی دیکھ بھال کرنا۔

(۳) اپنے اپنے مدرسہ میں سنت کے موافق اذان کا نظم کرنا طلبۂ کرام سے بھی اذان دلوانا کبھی کبھی اساتذہ و منتظمین کرام کو بھی اس شرف کو حاصل کرنا۔

(۴) ادعیہ ماثورہ، تصحیح اذان و اقامت اور نماز کی عملی مشق کا ہر درجہ میں نظم رکھنا اور اس کے لئے کم از کم پندرہ منٹ وقت مقرر کرنا۔

(۵) امتحان کی بعض کتب ہیں ان کی دیانت کے امتحان کا بھی نظم کرنا مثلاً ابتدائی کتب کا بھی امتحان تحریری لینا طریق ذیل پر کتابیں تپائی پر رکھوانا اور کسی استاد صاحب کو نگرانی کے لیے مقرر کرنا اور اس کی تذکیر کرنا کہ امانت کے ساتھ ناکام ہونا جنت کا راستہ ہے اور خیانت کر کے پاس ہونا یا اعلیٰ نمبر حاصل کرنا جہنم کا راستہ ہے۔

حدیث شریف اور تفسیر کے طلبائے کرام کا امتحان اسی اہتمام سے لیا جانا۔ سرسری نگرانی میں خیانت کے ظہور پر اخراج کیا جانا اس سے پہلے آگاہ کرنا۔

(۶) گاہ گاہ ہفتہ عشرہ اور پندرہویں اجتماع طلبہ کا اہتمام کرنا اس میں اتباع سنت کی اہمیت و عظمت اور اس پر عمل کے فوائد کا اظہار کرنا۔ اسی طرح تجوید کی اہمیت کا بیان ہونا نیز اہلِ اخلاص و اہلِ تقویٰ کے حالات و معاملات سے آگاہ کرنا۔

(۷) عبادات میں اشراق، تہجد، اوابین یا قیام لیل کی طرف بھی توجہ دلانا کہ عامۂ مسلمین سے عمل میں ممتاز رہنا۔

(۸) اذان جمعہ سے کم از کم پندرہ منٹ قبل مسجد کی حاضری کا بہت اہتمام کرنا۔ اذان جمعہ اور دیگر اذان کے احکام سے مدرسے کے ہر طالب علم کو بھی آگاہ کرنا۔

(۹) عیادت کی سنت کی عملی مشق کرنا اساتذۂ کرام اور منتظمین کرام کے ذریعہ اس کو زبانی بتلانا اور عملاً سکھانا۔

(۱۰) اعمال سنۃ جمعہ اور اعمال خاصہ جمعہ کو محفوظ کرانا

(۱۱) جماعت کے اہتمام کی بار بار تاکید کرنا بالخصوص تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرانا۔

(۱۲) تعدیلِ ارکان کی طرف خصوصی توجہ دلائی جانا کہ طلبۂ کرام کی نماز عامۂ مسلمین کی نماز سے جلد ختم نہ ہونا۔

(۱۳) دارالاقامہ والے مدارس میں فجر کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دینی مذاکرہ کا معمول رکھنا۔

(۱۴) عشاء کے بعد کی پڑھائی ختم ہو کر سنن نوم و بیداری کی تلقین کرانا اور طلبۂ کرام سے سنوانا۔

(۱۵) جس طرح ماموراتِ (مثلاً مساجد و مدارس) کے لئے جماعتی محنتیں ہو رہی ہیں اسی طرح منکرات

(جس میں کفر و شرک رسوم و بدعت، حرام امور اور مکروہات شامل ہیں) کے مٹانے کے لئے جماعتی محنت جہاں نہیں ہو رہی ہے اس کو جاری کرنا اور عامۂ مسلمین پر اس کے فرض کفایہ ہونے کو ظاہر کرنا۔

(۱۶) اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کے لئے کسی اہل حق مصلح سے تعلق اصلاحی قائم کرنا۔

(۱۷) مصلح سے ربط نہ ہونے پر اہل صلاح سے ملاقات کرتے رہنا اور ان کی صحبت اختیار کرنا۔

(۱۸) صحابۂ کرام اور امت کے صلحائے کرام کے حالات کو معلوم کرنا ان کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کرنا۔

(۱۹) اپنے اعمال کا اوقات نماز میں محاسبہ کرنا سیئات پر توبہ کرنا اور حسنات پر شکر کرنا۔

(۲۰) دعاء کا خاص اہتمام رکھنا بالخصوص فرائض کے بعد اور آداب دعاء کی مراعاۃ رکھنا اور اپنی امتِ مسلمہ کی اصلاح و حفاظت نیز مراکز دینیہ کی حفاظت کی رو رو کر دعاء کرنا رونا نہ آوے تو رونے کی صورت ہی بنا لینا۔

چند متفرق گزارشات

(۱) کمیتِ طلبہ سے زیادہ کیفیت پر نگاہ رکھنا۔

(۲) تادیب ضربی سے اجتناب کی سخت تاکید کرنا۔ بصورت ضرورت خاص حدود کی رعایت کرنا۔

(۳) جن وجوہ سے معطلی ہوتی ہے ان کے ظہور پر اور عدم اصلاح پر معطلی کی بجائے اسقاط استقلال کا معمول مقرر کرنا اور معتدبہ مدت کے بعد مثلاً کم از کم تین مہینہ کے بعد بحال کرنا۔

(۴) سوال کی مذمت پر ہر طالب علم کے ذہن میں ہے الا ماشاء اللہ مگر درخواست امداد کو سوال نہیں سمجھتے اس کو اچھی طرح سمجھانا۔

(۵) شرائط مدرسہ کو تسلیم کرنا ان پر عمل کا عہد کرنا ایفائے عہد کی تاکید بار بار کرنا۔

(۶) طلبہ کے گھر جانے پر اپنے حلقہ کی مسجد میں کوئی ایک دین کی بات سنانے کی خصوصی فہمائش کرنا۔

(۷) تربیت معلمین (اس میں طریق تعلیم اور ان کی کمی کو دور کرنا بھی شامل ہے) کا انتظام کرنا۔

اکابر رحمہم اللہ کا نصاب درس

(اور اس کے فوائد)

مولانا اسمٰعیل ابراہیم بدات مدینہ منورہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

حال ہی میں تعمیر حیات لکھنؤ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، مضمون نگار ہیں ع، ع، ن۔ جس میں انھوں نے ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے، اور انداز بیان کچھ ایسا ہے جیسے حضرات علماء کرام کے تجویز فرمودہ دوسرے نصاب کے پڑھانے والوں نے کوئی دینی خدمت ہی نہیں کی یا یہ کہ وہ صحیح مقصد سامنے رکھ کر کوئی کام نہیں کر رہے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ عربی زبان کا پڑھنا پڑھانا مقاصد اصلیہ میں سے نہیں ہے، مؤمن کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا قرآن اور حدیث کے جاننے اور اس پر عمل کرنے میں ہے اور یہ قرآن و حدیث عربی زبان میں ہے جو قدیم عربی فصیح و بلیغ زبان میں ہے اس لئے قرآن و حدیث میں معانی اور مفاہیم جاننے اور ان کی فصاحت و بلاغت سمجھنے اور ان کے احکام جاننے اور پہچاننے کے لئے عربی زبان کے قواعد نحو و صرف اور علم معانی اور علم بیان اور علم بدیع کے جاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضرورت کے لئے زمانۂ قدیم سے لے کر دور حاضر تک حضرات علماء کرام نے بہت سے نصاب تجویز کئے ہیں، ان سب کا محور یہی رہا ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھیں، ان کے احکام کو جانیں، ان سے مسائل اصول فقہ کے موافق مستنبط کریں اور قرآن وحدیث کے تعلیم فرمودہ احکام اور اخلاق و عادات پر عمل کریں۔

اگر کوئی شخص قرآن مجید صحیح پڑھ سکتا ہو، اس کے معانی و مفاہیم جانتا ہو، تفاسیر کو سمجھتا ہو، متون حدیث اور شروح حدیث سے واقف، اس سے استفادہ کر سکتا ہو، کتب فقہ پڑھ سکتا اور پڑھا سکتا ہو اور فتوی دینے کا اہل ہو، لیکن دور حاضر کے مطابق عربی زبان لکھنے پڑھنے میں ماہر نہ ہو تو ہمارے مشائخ اور اکابر کے نزدیک یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو

تنقید کا ہدف بنایا جائے ۔ حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ
سے حدیث پڑھی تھی ان سے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ؒ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ
اللہ علیہما نے حدیث پڑھی، نیز محشی بخاری حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ اور مولانا
محمد مظہر صاحبؒ (جو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے عہد اول کے محدث تھے) ان حضرات نے بھی شاہ
محمد اسحاق صاحبؒ سے حدیث پڑھی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دس سال بعد دارالعلوم اور مظاہر علوم
سہارنپور قائم ہوئے، ان کے مؤسسین نے جس نصاب کو اختیار کیا وہ پہلے سے معروف و مشہور تھا جو
مولانا نظام الدین فرنگی محلی کا ترتیب دیا ہوا تھا، اسی لئے اسے درس نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا
ہے، اس نصاب میں ان تمام امور کی رعایت رکھی گئی ہے جن سے ٹھوس استعداد پیدا ہو، قواعد
صرف و نحو میں طالب علم مضبوط ہوجائے اور معانی و بیان اور بدیع کو سمجھ کر قرآن و حدیث کی فصاحت
و بلاغت کو سمجھ سکے، اور علوم قرآن و حدیث میں ماہر ہوجائے، اکابر دیوبند اور اکابر سہارنپور نے
تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ اسی نصاب کو اپنے مدارس میں جاری رکھا اور بعد میں بعض کتابیں بھی
داخل کردیں جو درس نظامی میں داخل نہیں تھیں، ان حضرات کے یہاں حدیث شریف کی مکمل دس
کتابیں من اولہا الی آخرہا اور تفسیر جلالین، اور تفسیر بیضاوی داخل رہیں، فقہ کی کتابوں میں مکمل ہدایہ
کی چار جلدیں اور شرح وقایہ، کنزالدقائق وغیرہ پڑھائی جاتی رہیں۔ ساتھ ہی افتاء کی مشق بھی کراتے
رہے جس سے کثیر تعداد میں مفسرین محدثین اور محشین اور مفتیین و مؤلفین شروح حدیث اور
تفاسیر لکھنے والے پیدا ہوتے رہے، یہ سب حضرات عربی بولنے لکھنے میں بھی ماہر تھے، مولانا احمد علی
محشی صحیح بخاری شریف اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری مؤلف بذل المجہود اور مولانا شبیر احمد
عثمانی مؤلف فتح الملہم شرح صحیح مسلم اور مولانا بدر عالم صاحب مؤلف فیض الباری شرح بخاری شریف
اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ شارح ترمذی اور مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ شارح مؤطا
و بخاری اور مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ مؤلف حیاۃ الصحابہ و شرح طحاوی، اور حضرت مولانا
ظفر احمد صاحب عثمانیؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، اور حضرت مولانا حبیب الرحمن
صاحب اعظمیؒ ان حضرات نے متون حدیث اور شروح حدیث و تفسیر میں بڑا کام کیا ہے اور بہت
سے حضرات اس درس نظامی کو پڑھ کر محدث اور مؤلف بنے، ان حضرات کی کتابیں عربی میں بھی

دارالعلوم دیوبند اور اس کا نظام تعلیم

از مولانا عبیداللہ سندھی

۱۸۵۷ء میں جب دہلی کی سلطنت کی آخری نشانی بھی مٹ گئی تو اس کے دو سال بعد شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت نے جو اب حجاز میں مقیم تھی اور امیر امداد اللہ کی رہنمائی میں ہندوستانی کام کرتی تھی فیصلہ کیا کہ اطراف دہلی میں امام عبدالعزیز کے مدرسے کے نمونہ پر ایک مدرسہ بنایا جائے، چنانچہ مولانا قاسم اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سات سال تک مسلسل کوشش کرتے رہے، تب کہیں جاکر ۱۲۸۳ھ یعنی ۱۸۶۶ء میں سقوط دہلی کے نو سال بعد مدرسہ دیوبند کی تاسیس ہو سکی۔ اس کے بعد ان کی دوڑ دھوپ سے اسی طرز پر ایک مدرسہ سہارنپور میں اور ایک مراد آباد میں بنا جو مدرسہ دیوبند ہی کی شاخیں تھیں، اب تک شاہ محمد اسحاق کی مرکزی جمعیت کی رہنمائی امیر امداد اللہ کے سپرد تھی، اور مکہ معظمہ میں بیٹھ کر اس تحریک کو چلاتے تھے، جب مدرسۂ دیوبند کی تاسیس عمل میں آگئی تو اس جماعت نے مدرسہ مذکور کو اپنا مرکز بنا لیا، اس مدرسہ کے تمام کام امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دیوبند کی روح دراصل امیر امداد اللہ کی مصلحت پر چلنا ہے

ہ ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنا پڑی، اس کے فوراً بعد ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی شاخیں قائم کی جانے لگیں چنانچہ مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد سہارنپور میں ایک شاخ کھلی آخر میں تو ان شاخوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے چالیس تک پہنچ گئی تھی، مدرسہ دیوبند کی ان شاخوں کا نظام "لامرکزی" تھا یعنی سب کی سب دارالعلوم کے تابع اور اس کے قوانین کے مقید نہ تھیں شروع میں جب میں جمعیت انصار کی تنظیم کا کام کرتا تھا تو میری خواہش یہ تھی کہ یہ نظام "لامرکزی" کی بجائے مرکزی ہوجائے لیکن میرے استاد شیخ الہند اس خیال کی طرف کم التفات فرماتے، اس واقعہ کے تین سال بعد مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ لامرکزی نظام کس قدر مفید تھا، لامرکزیت کی وجہ سے حکومت ان شاخوں کے سارے نظام کو اپنے قابو میں نہیں کرسکتی بیشک مرکزیت کی وجہ سے ظاہری صورت اچھی ہوجاتی لیکن آزادی بہرحال ظاہری صورت سے مقدم ہوتی ہے (کتاب التمہید صفحہ ۱۵۶)

مدرسہ دیوبند کے ہفت سالہ نصاب تعلیم اور مستقل نظام عمل اور اساسی قواعد مولانا محمد قاسم نے بنائے. اس طرح انھوں نے اپنی اسکیم میں امام عبدالعزیز کے مدرسہ اور حزب ولی اللہ کے مقاصد کو محفوظ کر دیا اس کے بعد دوبارہ مدرسہ دیوبند کے نصاب پر نظر ثانی ہوئی، پہلی دفعہ مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی کے زمانہ میں سات سال کے بجائے یہ نصاب ہشت سالہ کر دیا گیا، دوسری بار حضرت مولانا شیخ الہند نے تحریک جمعیت الانصار کی بنا ڈالی. الحمد للہ کہ دونوں دفعہ حزب ولی اللہ کی تعلیمات کی روح محفوظ رہی، اب جب کبھی مدرسہ کے نصاب میں ترمیم کا سوال پیدا ہوتا ہے میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ پہلے کا ہفت سالہ نصاب تعلیم ہر حال میں محفوظ رہے، میں ڈرتا ہوں کہ مصر و شام کی تقلید میں کہیں اس نصاب میں بھی قطع و برید نہ کر دی جائے جس کی وجہ سے اس کی وہ استعداد ختم نہ ہو جائے جس کے سبب سے اب تک یہ نصاب امام ولی اللہ کی حکمت کے مطالعہ کے لئے مقدمہ بنتا رہا ہے

مدرسہ دیوبند کے مرکزی فکر اور اس کی سیاسی مصلحت کے اصول امیر امداد اللہ اور ان کے رفقاء مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی جماعت نے معین کئے تھے، اس لئے دیوبندی پارٹی کی مرکزی جماعت میں وہ شخص شامل نہیں ہو سکتا، جو اصول کو عملاً تسلیم نہ کرتا ہو، مدرسۂ دیوبند کا اساسی اصول یہ ہے کہ حزب ولی اللہ نے اپنے پہلے دور میں جس قدر علوم و معارف کی اشاعت ضروری سمجھی، حنفی فقہ کی پابندی سے ان علوم و معارف کو تدریس و تصنیف کے ذریعہ زندہ رکھا جائے، نیز اس مدرسہ کی باقاعدہ تعلیم سے جس قدر علماء تیار ہوں وہ مساجد اور مدارس میں کام کرنے کے لئے پوری استعداد رکھتے ہوں، اس تعلیم کے بعد جس قدر علماء امام ولی اللہ کے جادۂ قویمہ اور حکمت کی حفاظت کرنا چاہیں یا اپنے اندر حکومت کے مناصب عالیہ کی اہلیت پیدا کریں تو ان کے لئے کوئی خاص نصاب معین نہیں ہے، وہ درسی کتابوں سے فارغ ہو کر اساتذہ کی صحبت میں رہیں مثلاً یہ کہ علماء مولانا مولانا محمد قاسم کی صحبت میں امام ولی اللہ کی حکمت سے آشنا ہو سکتے تھے. مولانا محمد یعقوب دیوبندی کی رفاقت میں سیاسی اصول سمجھ سکتے تھے اور امیر امداد اللہ کی بیعت سے پارٹی میں منسلک ہو سکتے تھے۔

علاوہ ازیں مدرسۂ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کابل میں اپنا وقار پیدا کرے اس لئے ماورائے دریائے سندھ سے جس قدر طلبہ دیوبندی نظام کے ماتحت تعلیم پائیں انھیں

(باقی ۶۴ پر)

اساسی کمال

علم و عمل

***

وہ کمالات جن سے ارباب **عقل** و خرد متصف ہوتے ہیں ان میں **علم و عمل** کو اساسی درجہ حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے جن اصحاب کمال کی مدح سرائی کی ہے وہ چار طبقوں میں منقسم ہیں (**الف**) انبیاء، (ب) صدیقین، (ج) شہداء (د) صالحین۔

اول الذکر دو طبقات کے کمالات کا محور علم ہے اور دوسرے طبقہ کے کمالات میں **عمل** کو مرکزیت حاصل ہے، البتہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے اوصاف میں شریک ہو سکتا ہے، لیکن ہر طبقہ کو اس کے **وصفِ** غالب کے لحاظ سے ملقب کیا گیا ہے مثلاً انبیاء کرام علیہم السلام کا **وصفِ** علم خود ان کے دیگر اوصاف پر غالب ہے، اس لئے ان کے تمام اوصاف میں سے صفتِ علم ہی کو مرکزی درجہ حاصل ہوا، یہ مطلب نہیں کہ دوسرے اوصاف درجۂ کمال سے خالی ہیں، اسی طرح صدیقین کو **صدیقیت** کے ساتھ ملقب کیا گیا، اگرچہ وہ شہداء و صالحین کے زمرے میں بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں مگر ان کے تمام اوصاف میں صدیقیت ہی کو امتیازی شان حاصل ہے، اسی لئے اسی لقب سے انھیں ممتاز کیا گیا۔

انبیاء و صدیقین میں فرق یہ ہے کہ حضرات انبیاء و رسل منبع علوم اور مؤثر ہوتے ہیں، اور صدیقین وہ سعادت مند لوگ ہوتے ہیں جو ان کے علوم و معارف سے فیض یاب و اثر پذیر رہتے ہیں کیونکہ ان میں کسب فیض کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"خدا نے جو میرے سینے میں ڈالا، وہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا"

الحاصل فاعلیت و قابلیت، اثرانگیزی و اثرپذیری کے لحاظ سے نبوت وصدیقیت میں وہی نسبت ہے جو آفتاب اور آئینہ کے درمیان باہمی تقابل کے وقت ہوتی ہے، جس طرح نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی باتوں کی خبر دیتا ہے اور انھیں خبردار کرتا ہے، اسی طرح صدیق کو صدیق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا دل سچائی کو بلا جھجھک قبول کرلیتا ہے اور غلط باتوں کو رد کردیتا ہے، اس سلسلے میں اسے کسی دلیل یا معجزہ کی ضرورت پیش نہیں آتی. شہدار وصالحین ان دونوں طبقوں کے کمالات کی اساس عمل ہے. اور انبیاء وصدیقین کے طبقے کی طرح یہاں بھی طبقۂ شہدار میں فاعلیت کی شان ہوتی ہے، اور طبقۂ صالحین قابلیت کی استعداد رکھتا ہے، شہدار میں اثرانگیزی کی صلاحیت ہے اور صالحین میں اثرپذیری کی اور جب صالحین کی عملی قوت درجۂ کمال کو پہونچ جاتی ہے تو وہ منصبِ شہادت حاصل کرلیتے ہیں، کیونکہ دوسروں کو وہی متاثر کرسکتا ہے جو خود عزم وعمل کا پیکر ہو۔

شہید کو شہید کے لقب سے اسی بنار پر سرفراز کیا گیا ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور احکام شریعت کی اتباع میں وہ لوگوں کے حالات سے اس درجہ واقف ہوتا ہے کہ اس کی یہ واقفیت بمنزلۂ مشاہدہ ہوجاتی ہے، اسی لئے اسے قیامت کے دن امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں سرکاری گواہ کی حیثیت حاصل ہوگی، الغرض شہدار وصالحین کے کمالات کی بنیاد عمل ہے، البتہ شہیدوں میں عمل کے فیضان اور صالحین میں اس فیضان کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے۔

بقیہ ص ۴۲ علم عرفان سے .....

آج کے اس دور میں اسی سادگی و بے ساختگی کے ساتھ کہ جس سادگی کا مظاہرہ قرن اول میں ہوا تھا ایک کوشش ساری دنیا میں ہو رہی ہے اور اس نام کی اسی سادگی نے اس کی حقیقت و گہرائی پر پردہ ڈال رکھا ہے اس محنت سے ہم اپنے آپ کو منسلک کریں اور ان ہزاروں اور لاکھوں میں ہوجائیں جنھوں نے اس راستہ کا فیضان حاصل کیا ہے۔

تراشے

تعلیم دین کی اہمیت

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

انسان کی انسانیت معراجِ ترقی پر جب ہی پہنچ سکتی ہے جب انسان کے سامنے یہ تصور یقینِ محکم کی حیثیت اختیار کرلے کہ ذات واحد کے سوا کائناتِ ہست و بود میں کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے اور ربوبیت اور پروردگاری یا دوسرے لفظوں میں وجود وبقا اور عزت و ذلت اور موت و زندگی سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اگر یہ بیّن حقیقت ہے اور آفتاب کی طرح روشن تو پھر ایک دوسری **حقیقت خود بخود** نمایاں ہوکر سامنے آجاتی ہے وہ یہ کہ جب انسان کی زندگی ایک سب سے بلند طاقت **کے ہاتھ میں** ہے تو بلاشبہ اس بلند طاقت کو ہی یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ انسان کی ہدایت وگمراہی **کا فیصلہ کرے** اور وہی یہ رہنمائی دے کہ انسان کس راہ پر چل کر انسانی دنیا میں سچا انسان اور خدا کے **بندوں کا** صحیح خادم بن سکتا ہے اور بعد الموت سرمدی حیات کے حصول کے لئے دوسرے **لفظوں میں** معراجِ انسانیت کے مرتبۂ عالی اور مرتبۂ سعادت تک پہونچنے کے لئے کون سا راستہ **صحیح** اور درست ہے، اسی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" اور "رَبُّنَا الَّذِىٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى" کہہ کر انسان کو اس کی سعادت کبریٰ کی طرف توجہ دلائی ہے، تب ہمارا فرض ہوجاتا ہے کہ ہم اپنی دنیوی ترقی اور معاشی عروج کی **جد وجہد** کے ساتھ اس نظام حیات کی تعلیم اور اس کے حصول کی جد وجہد کو بھی فراموش نہ کریں اور اپنا سرمایۂ **حیات سمجھ** کر اس کے لئے اپنی کوشش صرف کردیں۔ یہی وہ نظام حیات ہے جس کا دوسرا نام "**دین**" ہے، "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ"

(البلاغ بمبئی، تعلیمی نمبر ص ۲۱)

دینی تعلیم، بحیثیت نصب العین

(حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند)

انسانی دل و دماغ اور اس کی ذہنی قوتوں کے نشوو ارتقاء کا واحد ذریعہ تعلیم وتربیت ہے، پند ونصیحت وعظ وتلقین تذکیر وموعظت، بلاشبہ نافع اور ضروری ہیں، لیکن ان سے ذہن نہیں بنایا جاسکتا، یہ چیزیں بنے بنائے ذہن میں صرف روحانی انبساط شگفتگی اور وسعت پیدا کرسکتی ہیں، اس لئے کسی قوم کے ذہن بنانے اور دل و دماغ کو خاص سانچے میں ڈھالنے کے لئے صرف تعلیم ہی ایک مؤثر اور پائیدار ذریعہ ثابت ہوتی ہے جس نے تاریخی طور پر ہمیشہ ہی ذہن سازی کا اثر دکھلایا ہے۔

اس آباد دنیا کی ہر قوم میں حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار مقدسین کا یہ قافلہ دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک گھمایا جو اپنے نقطۂ آغاز سے لے کر نقطۂ انتہاء تک ہزارہا سالہ سفر میں وقتاً فوقتاً انسانی جتھوں میں ہو پہنچتا رہا، لیکن اس کی غرض تعلیم وتربیت کے سوا بھی کچھ تھا؟ نہیں بلکہ اس پاک گروہ کے آخری فرد اکمل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی اس بنیادی غرض وغایت ــــ (تعلیم وتربیت) پر اپنی مہر تصدیق ان الفاظ میں ثبت فرمادی کہ "انما بعثت معلماً"، میں بھیجا ہی گیا ہوں معلم بناکر۔ اور بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"، میرے بھیجے جانے کی غرض ہی تکمیل اخلاق ہے، پس اگر بعثت انبیاء کی غرض وغایت ہی تعلیم وتربیت تھی اور بلاشبہ یہی تھی تو اندازہ کیجئے کہ رب العالمین نے مکتب عالم میں سوا لاکھ سچے معلموں اور پاکباز استادوں کو بھیج کر مسئلہ تعلیم کو کس درجہ اہم بنادیا اور کس حد تک اس مسئلہ پر اپنی مخصوص عنایت وعطوفت مبذول فرمائی۔

(البلاغ، بمبئی، تعلیمی نمبر ص۶)

دینی مرکز کی تبدیلی

مولانا حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی

ہر انقلاب اپنے ساتھ ہزاروں تباہیاں لاتا ہے اور چھوڑ جاتا ہے، ۱۸۵۷ء کے قیامت خیز انقلاب میں بھی یہی ہوا کہ تعلیم گاہیں ختم ہوئیں، مسجدیں مسمار ہوئیں، خانقاہیں لٹیں، آبادیاں ویران ہوئیں اور دہلی کی مرکزیت ختم ہوگئی۔

بارگاہِ نبوت کی وہ امانت یعنی کتاب وسنت کا سلسلۂ روایت جو علمائے راسخین کے سینوں میں پوشیدہ تھی دہلی سے منتقل ہوگئی اس کو آفات سماوی اور حوادث ارضی سے بچا کر اور اپنے سینوں میں چھپا کر لے جانے والے کون تھے؟ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی (قدس اللہ اسرارہم) وغیرہ۔

یہ امانت حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے ہجرت فرمانے کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ المتوفیٰ ۱۲۹۵ھ کی طرف منتقل ہوئی اور ان سے حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی نے حاصل کی، اس طرح یہ امانت دہلی سے دیوبند، سہارنپور اور گنگوہ کی طرف منتقل ہوگئی، اور اسلامی علوم کا سب سے بڑا مرکز دارالعلوم دیوبند قرار پایا۔

(البلاغ، بمبئی ص ۱۰۴)

مرکزِ وحدت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ناکام ہوئی تو مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہوگئی، مایوسیوں نے گھیر لیا اور سوچا یہ جانے لگا کہ یہ قوم اب کبھی انگڑائی نہ لے سکے گی، لیکن اس علمی تحریک کی داغ بیل نے جس کی پہلی کڑی دارالعلوم دیوبند، کا قیام تھا، افراتفری کا شکار دکھی مسلمانوں کے لئے ایک پلیٹ فارم مہیا کردیا اور نئے سرے سے ایک مرکزِ وحدت میسر آگیا

یہی مرکز وحدت ہے جو آج ایک سو سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اپنی اسی حیثیت میں موجود ہے اور ملت کی ہر نوع کی رہنمائی اس کے دم قدم سے ہے

۱۸۵۷ء سے پہلے مختلف النوع فتنے اسلامی عقائد کے خلاف سامنے آچکے تھے لیکن اس کے بعد جس طرح چاروں طرف سے تابڑ توڑ حملے شروع ہوئے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی...... مکر و فریب کے ہر نو ایجاد طریق سے متاع حیات لوٹی جارہی تھی، عیسائی مشنریز کے ساتھ ساتھ آریہ سماجی وغیرہ اور پھر بعد کے ادوار میں انکار ختم نبوت، انکار حدیث، انکار معجزات نبوی اور بدعات و رسوم جاہلیت کا جو دور دورہ ہوا، اس نے انتہائی خطرناک صورت پیدا کر دی، ساتھ ہی تعلیم جدید کے فتنہ کو بھی شامل کرلیں جس کا ظاہری عنوان تو دلفریب تھا لیکن فی الحقیقت لارڈ میکالے کی تعلیمی اسکیم کو خود...... مسلمانوں کے ہاتھوں پروان چڑھانے کی ایک مکروہ سازش تھی۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جدید علوم وفنون وغیرہ کے متعلق جو علماء پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے وہ سرتا پا غلط ہے، علماء تنگ نظر نہیں کہ وہ اس قسم کے کردار کا مظاہرہ کریں انھوں نے تمام علوم و فنون کی اجازت دیدی جیسا کہ خود سرسید احمد خاں نے اپنی کتاب "اسباب بغاوت ہند" میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے تسلیم کیا ہے، اور حضرت مولانا گنگوہی اور علامہ انورشاہ کشمیری رحمہما اللہ کے فتوے بھی موجود ہیں، البتہ علماء کو جس بات سے اختلاف تھا وہ یہ تھی کہ مذہب و دینیات سے الگ رہ کر جو تعلیمی گھڑاگ رچایا جارہا ہے اس کے برگ و بار انتہائی نقصان دہ ہوں گے اور قوم اپنے مرکز سے دور ہو جائے گی۔

بہرحال بات ان فتنوں کی ہو رہی تھی جو متاع ایمان و اسلام کو مٹانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے، لیکن "دیوبند" اور اس کے فرزندوں نے جس طرح ایک ایک فتنہ کے سامنے بند باندھا وہ تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جسے جھٹلانا کسی کے بس میں نہیں۔

(مولانا مفتی محمودؒ سرحد)
ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر
ص ۴۵۶

مذہبی اقدار کی بقا کا ضامن

مولانا محمد عبد اللہ احمد پور شرقیہ

تقسیمِ ملک کے بعد بھاولپور کی اعلیٰ دینی درسگاہ " جامعہ عباسیہ " کے بارے میں ماہر تعلیم اور اعلیٰ افیسران کا اجلاس ہو رہا تھا، جس میں سید حسنین احمد (اثنا عشری) چیف انجینیر بھی موجود تھے، سید حسنین نے اس موقع پر اپنا ایک واقعہ سنایا کہ تقسیم سے پہلے میں امریکہ گیا تھا، وہاں کے ایک ہوٹل میں بیٹھا تھا کہ اونچے درجہ کے دو امریکن آئے اور نشستیں سنبھالنے کے بعد انھوں نے ایک موضوع چھیڑ دیا جو بڑا دلچسپ تھا، ایک بولا: کیا وجہ ہے کہ ہندوستان میں مذہب کا اثر و رسوخ زیادہ ہے؟، حتیٰ کہ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک بھی ہندوستان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

دوسرے نے جواب دیا: مشرق وسطیٰ جغرافیائی لحاظ سے یورپ کے قریب تر ہے اس لئے یہاں یورپ کے اثرات زیادہ پہونچے ہیں، ہندوستان دور رہ جاتا ہے۔

پہلا: نہیں یہ بات نہیں ہے، ہندوستان مکمل طور پر برطانوی حکومت کے زیرِ تسلط ہے، اور اس تسلط کو تقریباً ایک صدی کا عرصہ گذر چکا ہے، پھر بھی فاتح قوم وہاں کے مسلمانوں سے مذہب کا دامن نہیں چھڑا سکی۔

دوسرا: شاید یہ بات ہو کہ ہندوستان ایک غریب ملک ہے، اس لئے تہذیبِ نو وہاں قدم نہیں جما سکی

پہلا: یہ بات بھی نہیں ہے، اول تو وہ اتنا غریب نہیں ہے، اور اگر واقعی غریب ہو تو غریب کو اپنی طرف مائل کرلینا زیادہ آسان ہے، پھر بولا۔

جہاں تک میں نے اس مسئلہ میں سوچا ہے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ ہندوستان میں **دینی تعلیم کا ایک ادارہ ہے جس کا نام دیوبند ہے وہ تحریر و تقریر کے ذریعہ مذہبی تعلیم کی اشاعت کر رہا ہے، اور وہی ادارہ وہاں پر مذہبی اقدار کی بقا کا ضامن ہے**

والفضل ماشهدت به الاعداء

اس موقع پر ان کے اس واقعہ کے سنانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ جامعہ عباسیہ کے ارباب حل وعقد کو توجہ دلانا چاہتے تھے کہ جامعہ کا نصاب بھی " دیوبند " کے طرز پر ترتیب دیا جائے تاکہ اصلی غرض یعنی دین کی نشر واشاعت حاصل ہوسکے نصاب تعلیم میں عصری تقاضوں کے نام پر غیر ضروری آمیزش اصلی مقصد کو فوت کر دیتی ہے۔

(ماخوذ، الرشید دارالعلوم نمبر ص ۴۰۲)

علم خدا کی ایک امانت ہے

ہندوستان میں سرکاری تعلیم نے جو نقصانات ہمارے قومی خصائص واعمال کو پہونچائے ہیں، ان میں سب سے زیادہ یہ نقصان ہے کہ تحصیل علم کا مقصد اعلیٰ ہماری نظروں سے محجوب ہوگیا ہے، علم خدا کی ایک امانت ہے اور اسکو صرف اسلئے ڈھونڈھنا چاہئے کہ وہ "علم" ہے۔ لیکن سرکاری یونیورسٹیوں نے ہمکو ایک دوسری راہ بتلائی ہے، وہ علم کا شوق اسلئے دلواتی ہے کہ بلا اسکے سرکاری نوکری نہیں مل سکتی، پس اب ہندوستان میں علم کو علم کیلئے نہیں بلکہ معیشت کیلئے حاصل کیا جاتا ہے، یہ بڑی بڑی تعلیمی عمارتیں جو انگریزی تعلیم کی نوآبادیاں ہیں کس مخلوق سے بھری ہوئی ہیں، مشتاقان علم تشنگان حقیقت سے؟ نہیں ایک مٹھی گیہوں اور ایک پیالہ چاول کے پرستاروں سے جن کو یقین دلایا گیا ہے کہ بلا حصول تعلیم کے وہ اپنی غذا حاصل نہیں کرسکتے لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ علم کی اس عام توہین وتذلیل کی تاریکی میں سچی علم پرستی کی روشنی برابر چمکتی رہی ہے، یہ ملت کے طالبان علم کی وہ جماعتیں ہیں جو اسلام کے قدیم مذہبی علوم اور مذہبی زبان کے فنون مختلف عربی مدارس میں حاصل کر رہی ہیں، آپ یقین کیجئے کہ بحالیکہ برآج صرف یہی ایک جماعت علم کی سچی پرستار کہی جاسکتی ہے، ان لوگوں کو معلوم ہے کہ انگریزی تعلیم کی ڈگریاں لیکر بڑے بڑے عہدوں اور نوکریوں کے دروازے میں قدم رکھ سکتے ہیں اور ایک کلرک سے لیکر ڈاکٹر سنہا کی نوکری تک صرف انگریزی کی تعلیم ہی سے مل سکتی ہے ان کو پوری طرح یقین ہے کہ عربی تعلیم کو آج کوئی نہیں پوچھتا حتیٰ کہ روٹی بھی اسکے ذریعہ نہیں مل سکتی پھر بھی انکے دلوں میں ایک مخفی مگر طاقتور جذبہ موجود ہے جو انگریزی تعلیم کی طرف لیجانے نہیں دیتا اور اس کے متحرک میں بھی عربی تعلیم ہی کیلئے اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں یہ جذبہ بجز علم پرستی اور رضائے الٰہی کے اور کوئی دنیاوی غرض نہیں رکھتا اسلئے دنیا بھر میں علم کو علم کیلئے اگر پڑھنے والی جماعت ہے تو وہ عربی مدارس ہی کی جماعت ہے۔

(تحریک خلافت کے ایک خطبہ سے ماخوذ)

الفضل ما شهدت به......

عرصہ ہوا یوپی اسمبلی میں بجٹ سیشن کے موقع پر مسٹر بالیوال نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ "ہمارے اسکولوں میں تعلیم پانے والے طلبہ جب اپنے مقصد میں ناکام ہوتے ہیں تو قطب مینار سے کود کر یا کسی پل سے چھلانگ لگا کر جان دیدیتے ہیں، کیونکہ انھیں جینا نہیں سکھایا جاتا، ان کے سامنے زندگی کا کوئی آدرش (مقصد) نہیں۔"

اس کے برخلاف میرے ہی حلقۂ انتخاب میں دیوبند ایک قصبہ ہے جہاں ایک عربی یونیورسٹی دارالعلوم کے نام سے قائم ہے، جہاں کا طالب علم معمولی خوراک کھاکر اور معمولی لباس پہن کر تعلیمی زندگی گذارتا ہے اور جب فارغ ہوتا ہے تو ملک کا ایک اچھا شہری بنتا ہے، حکومت پر بوجھ نہیں بنتا بلکہ خود کفیل ہوتا ہے۔

یہ شہادت ہمیں بتاتی ہے کہ جدید تعلیم گاہوں کے مقابلہ میں دینی مدارس کی کیا اہمیت ہے۔

(روزنامہ الجمعیۃ ۱۹۸۰ء دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۰)

رشد وهدایت کے چراغ

ازپروفیسر محمد شفیع سابق قائم مقام وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

سرسید کی تعلیمی تحریک نے برصغیر میں تعلیم جدید کے لئے جا بجا مدرسوں کا قیام اور دیوبند کی کوششوں سے کم از کم شمالی ہند میں مدارس کا جال بچھا دیا، ہاں دیوبند نے اس مقصد کو بھی پیش نظر رکھا کہ دینی تعلیم کے واسطے حکومت پر بالکل انحصار نہ کیا جائے اور اپنے اداروں کو چلانے کے لئے کلیتاً صرف اپنے وسائل پر بھروسہ و اعتماد کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے، اس بے لوث محنت، خلوص لگن اور ایثار کے نتیجے میں رشد و ہدایت کے جو چراغ روشن ہوئے ان کی تابانی سے آج ایک جہان روشن ہے،

خدا سے دعا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے علم و عمل کی جو شمع روشن کی ہے اس کی ضیاپاشی میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(محمد شفیع) (الجمعیۃ دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۸۰ء ص ۲۴۴)

قابلِ فخر کارنامے

نامور مورخ
مولانا غلام رسول مہر

بزرگانِ دیوبند میں جن مقدس ہستیوں کو اوّلین درجہ کا احترام و اعزاز حاصل ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں، ان کے اسماء گرامی اس سرزمین کے آسمان پر درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں کو راستہ بتاتے ہیں، وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے، جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونہ چھوڑ گئے جو دلوں اور روحوں میں برابر دینِ حق کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے، خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی تو ایک یادگار ایسی ہے جو ایک صدی سے اس وسیع سرزمین پر دینی علوم کے قیام و بقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے، اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس ہستیوں نے تربیت پائی جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دائرہ میں قابلِ فخر ہیں

(مضمون سے اقتباس) الجمعیۃ سنہ ۱۹۸۰ء ص ۶

یہودیت بنام قادیانیت

قادیانی تحریک یا تو براہ راست یہودی تنظیم ہے یا یہودیت کی عمیل (دکارندہ) ہے، درج ذیل تینوں امور میں غور و فکر سے دعویٰ کی حقیقت تک رسائی ہوسکتی ہے۔

① ہندوستان میں بٹالہ کے نزدیک واقع "قادیان" اور پاکستان میں "ربوہ" کے بعد قادیانیوں کا سب سے منظم مرکز اسرائیل کے شہر "حیفا" میں ہے اس وقت بھی جبکہ اسرائیل میں مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہے قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی پوری آزادی ہے۔

② کمیونسٹ روس میں جہاں کسی کا علانیہ مسلمان رہنا موت کو دعوت دینا تھا جہاں لینن سے لے کر بریژنیف کے دور تک کروڑوں مسلمان شہید کئے گئے اسی روس میں انقلاب کے وقت سے اب تک قادیانیت کو کام کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ (باقی بر ص ۵۱)

قطب الدین محمد ایم اے، بی ایڈ
فاضل دینیات، ادیب کامل۔
الفلاح ۲۲۴۷ کامتے گلی
بیلگام ۔ ۵۹۰۰۰۲

علم عرفان
طالبِ علم اور اس کا نظام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کو جو شرافت وکرامت عطا فرمائی ہے اس کی بنیاد علم ہے ورنہ تسبیح وتحمید اور اطاعت وفرمانبرداری میں فرشتے بہت آگے تھے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلم انسانیت بنا کر دنیا میں مبعوث کئے گئے، اس لئے علم ہی وہ دولت ہے جس کے ذریعہ انسانیت کو ترقی وکمال حاصل ہوتا ہے اسے دنیا کی زندگی میں امامت اور آخرت کی زندگی میں خدا کا قرب وانعام حاصل ہوتا ہے۔

الحمد للہ اس وقت یہاں پر اہل علم جمع ہوئے ہیں اور فلسفۂ تعلیم (PHILOSOPHY OF EDUCATION) اور نفسیات تعلیم (SYCHOLOGY OF EDUCATION) سے واقف ہیں، جو کچھ ہم نے فلسفۂ تعلیم کے ذریعہ جانا اور پہچانا وہ دراصل سرمایہ ہے، برناڈشا وشیلے اور گاندھی جی جیسے دیگر اہل علم کے نظریات کا۔

تعلیم کیوں؟ تعلیم کیوں ؟ اور کس لئے کے جواب میں مختلف نظریات کی روشنی میں ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم برائے تعلیم، تعلیم برائے ادب، تعلیم برائے زندگی،

تعلیم برائے جمہوریت Education For Democracy
تعلیم برائے شہریت Education For Citizen Ship
تعلیم برائے ملکی وجذباتی یکجہتی Education For National & Emotional Entegration
تعلیم برائے بین الملکی افہام وتفہیم Education For International understanding.

علم عرفان

یہ سارے نظریات اہل علم کی فکری پرواز تو متعین کرتے ہیں لیکن اصل مقصد تک ان کی رسائی نہیں ہو پاتی، ظاہر ہے، انسان چاہے جتنا ذہین و فطین ہو بہرحال اس کی عقل محدود ہے وہ حقیقت کو پانا بھی چاہے تو خدائی رہنمائی کے بغیر پا نہیں سکتا، اس لئے اس کے مقرر کردہ اور مجوزہ اغراض و مقاصد مادہ اور دنیائے مادیت سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ فکر کو جس بات پر مرتکز کیا جاتا ہے وہ بات ان تمام نظریات سے وراء الوراء ہے جو چاہے اور جو کچھ چاہے مقصدِ تعلیم متعین کرے، لیکن حقیقت میں علم وہ ہے جو عرفان خداوندی اور معرفت خداوندی عطا کرے، علم کا مقصد خدا کی پہچان اور معرفت کا حاصل کرنا ہے، وہ علم، علم کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو خدا کی معرفت تک نہ پہونچائے۔

ہم نے علم کے نام پر جو کچھ پڑھا ہے یا جو کچھ پایا ہے وہ علم الاشیاء ہے علم معرفت نہیں وہ علم کائنات ہے، علم خالقِ کائنات نہیں، علم مخلوقات ہے علم خالق نہیں، اس لئے بہت سارے علوم کو حاصل کرنے کے باوجود انسان مقصد اصل کو پا نہیں سکا ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جو علم دیا جاتا ہے اس کا مقصد معرفتِ خداوندی کا حصول ہے، یہ علم خدا کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے انسانیت کو مل سکتا ہے انسانیت کی صلاح و فلاح، ترقی و کمال کے لئے اسی علم کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا آغاز اللہ ہی کے نام کے ساتھ ہوتا ہے مخلوقات کے نام کے ساتھ نہیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ (پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ)

علم عرفان کی قدر و قیمت

اس لئے ظاہر ہے دنیا کے سارے علوم سے سرشار مگر علم الٰہی اور علم نبویؐ سے بے نیاز ہو کر انسانیت، کمالِ انسانیت کی طالب ہو تو اسے گمراہیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگے گا، کمال انسانیت کا حصول تو دور کی بات ہے۔

یہ علم عرفان خدا کی نظر میں اور رسول خدا کی نظر میں کتنا قیمتی ہے اس کا اندازہ اسی بات سے ہوتا ہے کہ اس کی طلب کو فرض قرار دیا گیا ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، علم کی طلب ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔ اور اس کے اکتساب کے لئے دور دراز سفر

کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر یہ علم چین میں ملتا ہو تو وہاں تک کا سفر اختیار کر کے اس کو پالے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس ترغیب وتشویق کے ساتھ یہ عجیب واقعہ بھی پیش نظر رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورقِ توریت تلاوت کر رہے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور ناگواری کے جذبات کے ساتھ تمتما رہا ہے، وہاں کسی انسانی وضع کردہ علم کو نہیں پڑھا جارہا تھا بلکہ اس علم کو پڑھا جارہا تھا جو خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر کی وساطت سے ملا تھا، بادی النظر میں ان دونوں باتوں میں کتنا تضاد نظر آتا ہے، اور اگر حقیقت حال پر غور کیا جائے تو کوئی تضاد نہیں، اس لئے کہ علم موسوی (علیہ السلام) ہی کو تکمیلات تامہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا اور یہ علم مقصد اصل کے لئے یعنی معرفت خداوندی کے حاصل کرنے کے لئے از بس ضروری ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے علم سے توجہات کو اِدھر اُدھر مبذول کرنا اس علم کی نا قدری تھی، اور اس علم کی قدردانی کا تقاضا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو ان کے لئے بھی اسی علم کی اتباع ضروری ہوجاتی، تو وہ علم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قیامت تک کے لئے انسانیت کو دیا گیا ہے یہ علم جہاں سے بھی حاصل ہو زمان ومکان کی قید کے بغیر حاصل کیا جائے

بہرحال اس علم کے اکتساب کو نہیں جو آگے کی بات ہے بلکہ اس علم کی طلب کو فرض قرار دیا گیا ہے، جب طلب ہی فرض ہو تو اکتساب کا درجہ کیا ہوگا؟ جب طلب ہی کو فرض کا درجہ دیا جارہا ہے تو اس علم کی کتنی اہمیت خدا و رسول کی نظر میں ہوگی اس کو سمجھا جاسکتا ہے۔

تعلیم کے مدارج (الف) طلب

حضرت امام غزالی رح کی خدمت میں ان کے ایک شاگرد نے ۷۔۸ سال رہ کر علوم مروجہ کو حاصل کیا اور فراغت کے بعد جب واپسی کا موقع آیا تو استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں عرض پرداز ہوا کہ حضرت، میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر کئی علوم کو سیکھا ہے، مجھے بتادیجئے کہ ان تمام علوم میں وہ کون سا علم ہے جو نجات کا سبب ہے، اس واقعہ پر امام غزالیؒ کی طرف سے جو ردعمل سامنے آتا ہے اس کی تعبیر دو طرح سے کی جاسکتی ہے۔ ایک یہ کہ اتنے دنوں کی صحبت

اور تحصیل علم کے بعد ابھی تک منزل کا پتہ نہیں چلا! ؟ پھر وہ علم کس کام کا جو منزل کا پتہ نہ بتادے اتنے سارے علوم کا حصول اور منزل کا پتہ نہ چلے تعجب کی بات ہے اور دوسری یہ کہ "بیٹا! بہت خوب! تم نے ایک اہم بات دریافت کی ہے، دنیا میں بہت سارے علوم ہیں، منطق ہے فلسفہ ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ان علوم میں نجات دینے والا علم علم الٰہی ہے جو نبوت کے واسطہ سے حاصل ہوا ہے۔

اس واقعہ کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ علوم عصری و دنیوی کو نہ سیکھا جائے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اس علم کو حاصل کیا جائے جو سبب نجات ہے اور حصولِ معرفت کا ضامن، اس وقت علوم عصری کے دبدبہ نے کچھ ایسا ذہن بنا دیا ہے کہ علوم اصلی و ضروری کی طرف سے توجہ ہٹ گئی ہے بلکہ اس کے حصول کو فضول گردانا جا رہا ہے۔ لیکن ایک امتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس علم کی وراثت عطا کی گئی ہے اور وراثت میں ہمیں یہ علم دیا جا رہا ہے، اس کا اکتساب اسکی حفاظت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔ ہم اس علم کے امین ہیں اور اس امانت سے خود بھی فیضیاب ہوتے ہوئے دوسروں تک اس امانت کو منتقل کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر اس امانت کو ہم نے حاصل نہیں کیا تو روز قیامت مواخذہ کا سامنا کرنا پڑے گا اور کوئی چیز اس مجرمانہ غفلت سے ہمیں بچا نہیں سکیگی اللہ تعالیٰ ہمیں اس علم کی طلب صادق عطا فرمائے اور اس کی اہمیت کو ہمارے دلوں میں جما دے۔

(ب) اکتساب

طلب صادق کے ساتھ ہی دوسرا قدم اس کے اکتساب کا ہے، اہم اس علم کو حاصل کرنا تو چاہیں اور اس کی تحصیل کی کوشش نہ کریں یہ بھی ایک جرم ہوگا، اس لئے کہ جو چیز (Require) (ضرورت کی) ہوتی ہے اس کو Acquire (حاصل) کرنا ضروری ہوجاتا ہے Requirement کا اصل تقاضہ (Acquirement (اکتساب) ہوتا ہے اس لئے اس علم کو پانے کے لئے ہم اپنے وقت کو فارغ کریں، ضرورت پڑے تو سفر کریں، بہرحال اس علم کی تحصیل میں ہر وہ کوشش کر ڈالیں جو ہمارے بس میں ہے۔

جس طرح طلب کو فرض قرار دیا گیا ہے اسی طرح اس کے اکتساب کی ترغیب دی گئی، بشارتیں سنائی گئیں، اگر کوئی اعذار واقعی کی وجہ سے زیادہ کچھ حاصل نہ کرسکے تو کم سے کم اتنا تو کرے کہ چالیس باتوں کو سیکھ لے، اس کی حفاظت کرے اور دوسروں تک اس کو پہونچا دے اور اتنے ہی

عمل میں اس کی زندگی تمام ہوجائے تو اس کو روز قیامت علماء کے ساتھ اٹھایا جائے گا، عالم تو نہ ہوگا لیکن اعزاز عالموں کا سا پائے گا جب عمر عزیز کی مہلت میں موقع صرف اتنی ہی بات کا مل جائے تو ایسے نوازا جائے گا تو پھر تصور کیجئے کہ کوئی اپنی پوری زندگی کو اس کام کے لئے صرف کر دے گا تو اسے کیا کچھ ملیگا۔

اس علم کو سیکھنے کے لئے چلے تو راستہ آسان ہوجائے فرشتے اس کے قدموں کے نیچے پر بچھائیں جنگل کے درندے اور بحر و بر کے جانور اس کی مغفرت کی دعائیں مانگیں اور اس کا حاصل کرنے والا عابدوں پر درجۂ فضیلت پائے، شب بیدار زاہدوں اور عابدوں کا ثواب سو کر حاصل کرے، اللہ ہمیں ان باتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

(ج) اطلاق

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اکتساب علم ہی سب کچھ نہیں بلکہ اکتساب علم کا پہلا تقاضا زندگی میں اس کا اطلاق ہے، عصری علوم میں ہم جو کچھ پڑھتے ہیں وہ بس فلسفہ ہے، اس فلسفہ کا منتہا صرف اکتساب (GAIN) ہے اس سے آگے کچھ نہیں، اسے اس بات سے کچھ سروکار نہیں کہ جو کچھ پایا ہے، اکتساب کیا ہے وہ عملی زندگی میں آتا بھی ہے یا نہیں اس لئے ان علوم کا ماہر فلسفوں میں گم تو ہوجاتا ہے لیکن عملی زندگی میں کچھ لا نہیں پاتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو علم الٰہی کے نام پر جو کچھ دیا، اُس کو برتا بھی، کیا بھی، دے کر کیا اور کر کے دیا، اطلاق بعد الاکتساب اور اکتساب بالاطلاق کی دو طرفہ کرشمہ سازیاں تھیں جس نے زندگی کو زندگی کی آگہی عطا کی تھی، پھر تعلیم و تزکیہ سے جو مقدس گروہ تیار ہوگیا تھا اس گروہ کی زندگی میں یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی تھیں، سیکھ کر کرتے تھے اور کر کے سیکھتے تھے، سیکھتے تھے کرنے کے لئے اور کرتے تھے سیکھنے کے لئے۔

دنیوی دانشکدے

اس وقت دنیا میں ہزاروں دانشکدے ہیں، لیکن یہ بات دانشت میں آنے کو نہیں کہ یہ علم و دانش کی باتیں صرف سیکھنے کے لئے نہیں بلکہ عملی زندگی میں برتنے کیلئے ہیں، ہم فلسفہ میں کتنا کچھ پڑھتے ہیں، ہیں ——— Meaning and Aims of Education (مطلب اور اغراض و مقاصد تعلیم)

معلوم ہیں، ہمیں PHILOSOPHY OF EDUCATION (فلسفۂ تعلیم) معلوم ہے، اور ہمیں معلوم ہے Individual & Social Aims in Education (تعلیم میں انفرادی وسماجی مقاصد) SocioLoGicAL BASES OF EDUCATION (تعلیم کی سماجی بنیادیں) PSYCHOLOGICAL SCIENTIFIC TENDENCIES EDUCATION (تعلیم میں نفسیاتی وسائنسی رجحانات) یہ ساری باتیں کتابوں میں مسطور تو ہوجاتی ہیں دلوں کو متأثر نہیں کرتیں **اس لئے مروجہ** نظام علوم ایک ایسا کیف ہے جس سے روح کو کوئی سرور نہیں ملتا۔

دانشکدۂ نبوی

دور نبویؐ کا ایک دانشکدہ وہ تھا جس نے زندگی بھر میں **کبھی دانشکدہ** کا نام نہیں پایا، لیکن اس میں پڑھنے والوں کی کیفیت یہ **تھی کہ قال** النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی ان کے دل ودماغ میں سرور اور روح میں ایک **گداز پیدا** کر دیتے تھے۔

بہرحال! ہم اصول تعلیمات اور تعلیم کے ایک ایک جز کو فلسفیانہ اور سائنسی **انداز فکر کے ساتھ پڑھتے** تو بہت ہیں لیکن **انھیں** برتنے کا شاید ہی کبھی خیال آتا ہو، حضور اقدس **صلی اللہ** علیہ وسلم نے ان اصولیات کو اپنی تمامتر تفصیلات وتشریحات کے ساتھ شاید ہی **اجاگر کیا ہو** **لیکن ان سب** کو برت کر اور عملی زندگی میں لاکر دکھایا تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ **عنہم اصولِ تعلیمات** کو اس تجزیاتی (ANALYSIS) انداز سے شاید ہی جانتے ہوں لیکن **اس کے باوجود** ہم ان کی عملی زندگی میں ترکیبی (SYNTHESIS) **حیثیت** سے ان کو دیکھ سکتے ہیں، **اکتساب علم** ہی ان کا منتہائے نظر نہیں تھا، بلکہ اس سے آگے کی کوئی منزل **تھی** جس کو پانے کے لئے وہ **عملی طور** سے متحرک ہوجاتے تھے، اس منزل کی نشاندہی مختصر سے مختصر الفاظ میں یوں **کی جاسکتی** ہے کہ ؎

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لئے
لذت شوق بھی ہے اور لذت دیدار بھی (اقبال)

احتیاط اطلاق

اطلاق کے مرحلہ میں یہ بات **بھی** ملحوظ رہتی **تھی** کہ اطلاق **ٹھیک** ٹھیک ہو رہا ہے یا نہیں؟ جہاں **تھوڑی** سی بھول ولغزش یا سہو

نظر آیا فوراً اس کی اصلاح کر دی گئی، ایک صحابی نماز پڑھ کر رخصت ہونے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور فرمایا جاؤ دوبارہ پڑھو، نماز دہرائی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ٹھیک نہیں پھر سے دہراؤ، کئی بار اسی طرح کے فرمان پر اُن صحابی نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یارسول اللہ، بتائیے کہاں کوتاہی ہو رہی ہے میں سمجھ نہیں سکا، فرمایا تو مہ وجلسہ میں تعجیل نہ کرو، تعدیل کا خیال رکھو ورنہ یہ تعجیل چوری کے مرادف ہوگی پھر کسی موقع پر فرمایا کہ نماز ایسی پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی۔

اللہ اکبر! اس معلّمِ انسانیت کی تعلیم بھی نمونہ تھی اور تعمیل بھی نمونہ (IDEAL) اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہمیں نہ کمال علم حاصل ہے اور نہ ہی کمالِ عمل، علم محرک ہوتا ہے عمل کا، جو علم محرک عمل نہ ہو اس کو کیا نام دیا جاتے؟

بہر حال علم الٰہی کو جو چیز علوم عصری سے ممتاز کرتی ہے وہ جذبۂ عمل ہی ہے، دنیوی علوم میں یہ ضروری نہیں کہ جو بہترین معلم ہو وہ بہترین عامل بھی ہو، لیکن علم الٰہی متنبہ کرتا ہے کہ علم پر عمل بھی ضروری ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (کیا لوگوں کو حکم کرتے ہو اچھی باتوں کا اور بھول جاتے ہو اپنے آپ کو اور تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تمھیں شعور نہیں ہے۔

عدم اطلاق کی سزا علم ہو اور عمل نہ ہو اس کی پاداش بھی بڑی سخت ہے عالم برزخ کا ایک واقعہ عالم مثال میں یوں سمجھایا گیا ہے کہ ایک کے سر کو پتھر سے کچلا جا رہا ہے، پتھر اتنے زور سے مارا جاتا ہے کہ لڑھک کر دور گر جاتا ہے جب تک کہ اسے اٹھا کر لایا جائے، سر پھر سے ٹھیک ہو جاتا ہے پھر دوبارہ مارا جاتا ہے، یہ اس کا حال ہے جس نے قرآن کو پڑھا اور اس پر عمل نہ کیا اور نماز میں کوتاہی و سستی کی۔ کل قیامت میں وہ پانچ سوال جن کے جواب کے بغیر کسی کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے، اس میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ اللہ اپنے کرم سے، ہمیں جہالت کی اندھیریوں سے بھی نکالے اور دولتِ علم عطا کرنے کے بعد توفیق عمل بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

(د) ابلاغ { طلب (DESIRE): اکتساب (ACQUIRE) اور اطلاق

(TO APPLY) کے بعد یہ نہیں کہ بات ختم ہوگئی، ابھی ایک اور قدم باقی ہے، ابلاغ (To preach) جانی بات کو انجانوں تک پہونچانا، یہ بھی اپنے علم پر عمل کے زمرے میں آتا ہے، اور یہ بات ہر جاننے والے کیلئے ضروری قرار دی گئی ہے، آج (each one Teach one) (ہر ایک، ایک ایک کو سکھائے) کا نعرہ بڑا سحر آفریں بن گیا ہے، اور اس پر سر دُھنا جاتا ہے اور بڑی مدح سرائی اس کی ہوتی ہے، لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آج کا یہ نعرہ اپنی اصل کے اعتبار سے بہت پرانا ہے، آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے معلم انسانیت نے اس کو صرف ایک نعرہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک لائحہ عمل کے طور پر امت کے سامنے رکھا تھا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً۔

واقعۂ اشعر اگر تمھیں ایک بات بھی معلوم ہے تو اسے دوسروں تک پہنچاؤ، یہ وہ لائحہ عمل تھا جس پر انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے عمل ہوتا تھا، کوتاہی کہیں ہوگئی تو چہرۂ انور کے تیور بدل جاتے، ایک موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو انجانے ہیں اور جاننے والوں سے جاننے کی کوشش نہیں کرتے اور مجھے تعجب ہوتا ہے ان پر جو جانتے ہیں مگر انجانوں کو نہیں سکھاتے۔ میں دنیا ہی میں ان کو سخت سزا دوں گا۔

اللہ اکبر! جاننے کے باوجود دوسروں کو نہ سکھانا، ایک ایسی خطا ہے جس پر دنیا ہی میں سزا دی جاسکتی ہے، ایک ایسی لغزش ہے جو امانت میں خیانت کے مرادف ہے۔ دوسروں کو سکھانا، یہ بات ایک نعرہ کی حد تک نہیں تھی بلکہ ایک سنجیدہ مطالبہ کی تھی، وہ نبیٔ رحمت جس کی زبان مبارک سے ہمیشہ شفقت و رافت کی گل افشانیاں ہوتی تھیں آج سزا کے الفاظ نکل رہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم مضطرب ہوگئے، پوچھا، یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کے متعلق سزا کی بات فرمارہے ہیں، آپؐ نے بلا روک ٹوک واضح طور پر فرمایا کہ قبیلۂ اشعر کے متعلق، تاکہ بھول کرنے والوں کو اپنی بھول کا احساس ہو، اور اوروں کیلئے درسِ عبرت ہو اور لوگ بھول کی بھول بھلیوں سے نکل کر اور اپنی علم دانی کے زعم سے نکل کر میدان عمل میں آئیں اور اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کی سعی بلیغ کریں ــــ بات بردوشِ باد، قبیلۂ اشعر تک پہونچ گئی، ذمہ داران قبیلہ دوڑتے ہوئے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے

اور حقیقت حال دریافت فرمائی کہ اے اللہ کے نبیؐ! آپ نے ہمارے تعلق سے کیا ارشاد فرمایا چہرۂ انور پر ابھی جلال تھا، فرمایا کہ میں تمھیں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا، نبوت کے مزاج شناسوں نے بھانپ لیا کہ معاملہ بہت سنگین ہوگیا ہے، کچھ عذر و معذرت نہیں کیا، اعتراف خطا کے ساتھ تلافی مافات کے لئے ایک سال کی مہلت مانگی جو دربار رسالت سے دیدی گئی، اس طرح قبیلہ اشعر کے اطراف میں بسنے والے دسیوں قبائل کے لئے علم و عرفان کا سامان مہیا ہوگیا۔

بچوں میں احساس ذمہ داری بڑے تو بڑے بچے بھی فرض، ابلاغ کی ادائیگی کے جذبات سے سرشار تھے، بچہ بچہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ معلوم بات کو نامعلوم تک پہونچانا ہے، معلوم بات کا تقاضہ انھیں معلوم تھا

مسجد نبوی میں ایک بدوی آئے، جلدی سے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے، مسجد نبوی میں موجود دو بچوں نے ان کی جلدی وشتابی کو دیکھ لیا کہ اس شتابی نے وضو کے آداب کو مجروح کیا تھا، مجھے یہ کہنے دیجئے کہ ان بچوں کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ اونٹوں کے دور کا آدمی راکٹ کے زمانہ کا وضو کیوں کر رہا ہے، جہاں پر ہر کام فاسٹ ہے، اطمینان وطمانیت کا نام نہیں، نماز بھی ایک منٹ میں دو رکعت پڑھ لی جاتی ہے۔ خیر تقاضۂ معلوم نے اکسایا کہ بڑے میاں کو سمجھایا جائے کہ ان کا وضو ٹھیک نہیں ہوا ہے، وضو ٹھیک نہ ہو تو نماز کیسے ٹھیک ہوگی؟ لیکن پاس ادب نے روکا کہ چھوٹے ہو کر بڑوں کو کیسے نصیحت کریں، نبیؐ کا ارشاد بلغوا عنی ولو آیۃ اکسا رہا تھا کہ معلوم بات کہہ ڈالو، اور دوسرا ارشاد گرامی کہ "وہ ہم میں سے نہیں جو بڑوں کا اکرام نہ کرے" روک رہا تھا۔ یہاں اچھے اچھوں کی حکمت وفراست جواب دے جاتی ہے، لیکن جس ماحول میں وہ پرورش پا رہے تھے اس نے انھیں خردمند بھی بنایا تھا اور آداب خردمندی بھی سکھائے تھے۔

تعلیم کے اصول وحکمت ہم بھی (MAXIMS OF TEACHING) (مقولات اصول حکمت) پڑھتے ہیں کہ

PROCEED FROM THE KNOWN TO THE UNKNOWN (معلوم سے نامعلوم کی طرف)

PROCEED PERTICULAR OF THE GENRERAL (خصوص سے عموم کی طرف)

(مشاہدہ سے معقول کی طرف) PROCEED EMPITICAL TO RETIONAL
(تحلیل سے ترکیب کی طرف) PROCEED ANALYSIS TO SYNTHESIS
نفسیاتی سے منطقی کی طرف، PSYCHOLOGICAL TO LOGICAL

وغیرہ وغیرہ، لیکن اصول حکمت کو برتنے کا ہم بہت کم موقع نکال پاتے ہیں، اتنے ہی نہیں اس سے آگے کے اور اصول حکمت ان حضرات کی زندگیوں میں ہمیں نظر آسکتے ہیں، دیکھئے کتنے نفسیاتی و سائنسی انداز میں انھوں نے بات کو پہونچایا۔

بڑے میاں نماز سے فارغ ہو کر جانے لگے تو فرمایا، چچا جان! السلام علیکم!

کہو بچو، کیا بات ہے؟

چچا جان، ہم دو بھائیوں کے درمیان وضو کے بارے میں بات چل رہی ہے، ہم دونوں کو اپنے اپنے وضو کے صحیح ہونے پر اصرار ہے، آپ ہم دونوں کا وضو دیکھ لیجئے اور فیصلہ دیجئے کہ کس کا وضو صحیح ہے، پھر دونوں نے وضو کیا، یہ نہیں کہ بیک وقت کیا ہو جس کی وجہ سے ذہن بٹ جاتا پہلے ایک نے وضو کیا، اس کے بعد دوسرے نے وضو کیا، ہمیں معلوم ہے کہ دو عمل ایک ساتھ بخوبی انجام نہیں دیئے جاسکتے جیسے کہ خوشخط لکھنے کے لئے کہیں تو جلدی کی قید نہ لگائیں، جلدی لکھنے کو کہیں تو خوشخط ہونے کی پابندی نہ لگائیں، ورنہ ذہن بٹ جائے گا اور کام خوبی کے ساتھ انجام نہ پاسکیگا اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ تکرار عمل سے کوئی بات ذہن میں ٹھیک طرح بیٹھ جاتی ہے،

اکبر کے دربار میں ایک شاعر تھا، کسی بات کے ایک بار سننے پر اُسے یاد ہو جاتی تھی، اس کے غلام کا حال یہ تھا کہ دو بار کے سننے پر اسے یاد ہو جاتی تھی، کوئی نووارد شاعر دربار میں آکر بادشاہ کی مدح سرائی کرتا اور بادشاہ خوش ہو جاتا تو درباری شاعر دربار میں کہتا کہ حضور! یہ اشعار تو میرے ہیں اور خود سنا دیتا کہ اُسے وہ اشعار نووارد شاعر کی زبانی سننے پر یاد ہو گئے تھے، پھر وہ درباری شاعر کہتا کہ حضور! آپ کو میری بات پر یقین نہ ہو تو میرے غلام سے سن لیجئے، غلام کو دو بار کے سننے کا موقع ملا ہوتا (ایک بار نووارد کی زبانی، دوسری بار درباری شاعر کی زبانی) اور اسے وہ اشعار یاد ہو جاتے اور وہ بھی سنا دیتا، اور نووارد شاعر شرمندہ ہو جاتا۔

تکرارِ عمل خیر! تکرارِ عمل سے بات ذہن میں بیٹھ جاتی ہے، اس لئے ایک بھائی نے پہلے وضو کیا، اس کے بعد دوسرے بھائی نے وضو کیا تاکہ وضو والا عمل دوبارا اس بددی میاں کے سامنے آجائے اور وضو کا صحیح طریقہ ان کے ذہن میں بیٹھ جائے۔ دونوں کے وضو کو دیکھنے کے بعد بڑے میاں نے کہا کہ بچو! تم دونوں کا وضو صحیح ہے، میرا ہی وضو غلط تھا۔
دیکھا ان دو نونہالوں نے کس طرح ادب کا بھی لحاظ رکھا اور معلوم بات کو پہنچا بھی دیا، یہ دونوں بھائی حضرات حسنین رض تھے۔

الغرض! علم عرفان کے طلب سے ابلاغ تک یہ چار مراحل تھے مقام صحابیت کے ہر فرد کو ان مراحل سے گذرنا پڑتا تھا اور ہر فرد امت چاہے مرد ہو یا عورت، چاہے بچہ ہو یا بوڑھا، اس علم عرفان سے فیضیاب ہوتا تھا

تعلیمی پلان طلب سے ابلاغ تک کی رسائی کے لئے نہ کوئی فلسفہ کی کتاب لکھی گئی نہ یونیورسٹی کا نظام سجایا گیا، نہ پروفیسر مقرر کئے گئے، نہ نصابی کتب اور نہ ہی کوئی رقم خطیر منظور ہوئی، نہ ہی تعلیم بالغان وتعلیم نسوان اور نہ تعلیم اطفال کے شعبے قائم ہوئے مگر نتیجہ بڑا شاندار تھا اور بڑا نتیجہ خیز، سو فیصد تعلیم کا ٹارجیٹ بڑی سادگی کے ساتھ پورا کرلیا گیا تھا، نہ ہنگامے تھے نہ جلسے، اور نہ ہی شعور عامہ کی بیداری کے پروگرام، تکمیلِ کا مقصد کا ایک سادہ نظام تھا جس کو دانشکدہ اور یونیورسٹی کا نام کبھی نہیں ملا، اس سادہ نظام کی تعبیر سادہ الفاظ میں ایک "حلقۂ تعلیم" سے کی جاسکتی ہے، تعلیمی پلان (EDUCATIONAL PLANING) کی ساری چیزیں اسی میں سموئی گئی تھیں، اس حلقۂ تعلیم میں شرکت کا اہتمام ایک ایک کو تھا اور ہر ایک کو تھا، تقاضا ہائے زندگی اس حلقہ سے الگ ہونے کے متقاضی ہوتے تو بھائی اپنے بھائی سے، دوست اپنے دوست سے اور شناسا اپنے شناسا سے یہ کہہ جاتا کہ اتنی دیر میں جا رہا ہوں، جو کچھ تم پاؤ مجھے بھی دیدینا، پھر میں چلا آؤں گا تم چلے جانا، تمہاری غیر حاضری میں مجھے جو کچھ ملے وہ تمہیں بھی دیدونگا

آفاقی کردار یہ تو ان کا نظام تھا جو ازدواجی زندگی کی بندھن میں بندھے ہوئے تھے لیکن متوکلین علی اللہ کا ایک گروہ بھی تھا جس نے ہر طرف سے توجہ ہٹا کر مقصدِ تکمیل کے لئے اپنے کو یکسو کرلیا تھا اور دورِ تحصیل میں کبھی اس نے یہ نہیں کہا کہ ع

زلف جاناں سنوارنے والو ÷ اور بھی کام ہیں زمانہ میں

مسجد نبوی کا چبوترہ تھا جہاں ان کا قیام رہتا، یہ گویا ان کی اقامت گاہ تھی جیسے مسجد نبوی م کی پرکیف فضائیں حاصل تھیں، جن میں ان کا ایمان بنتا، ان کی کردار سازی ہوتی، جہاں آدمی انسان بنتا تھا اور انسان آدمی، تعلیم وتعلم کے اس اقامتی کردار نے کبھی اقامتی کردار کی مروجہ اصطلاح نہیں پائی اور نہ کبھی اس اقامت گاہ کو ہوسٹل کے خوشنما نام سے موسوم کیا گیا، اس اقامت گاہ میں روشنی، پانی، مطبخ (Boarding) دارالمطالعہ، کتب خانہ وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ان لوازمات کے نہ ہونے کی ان کو کبھی شکایت بھی نہیں ہوئی، شمع علم کے پروانوں کو ان لوازمات کی ضرورت بھی نہیں تھی، ان کا مقصد بہرکیف تحصیل علم تھا اور بس، یہ صفہ کے رہنے والے بچے اور کردار کے اعتبار سے مزکیٰ ومصفا تھے۔

جذبات وکردار سازی

اس حلقۂ تعلیم میں جذبات وکردار (Sentioment of Character) کا فلسفہ پیش نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ عملی حیثیت سے اعلیٰ جذبات کے ذریعہ کردار سازی کی جاتی تھی، شاید ہی اس حلقۂ تعلیم کے شرکاء نے اس بات کو پڑھا یا سنا ہوکہ

Sentiments are The raw Material of Character

جذبات کردار سازی کے لئے خام اشیاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

The First work of All Education is the Formation Right Sentiments and Disposition

(تعلیم کا پہلا کام صحیح جذبات ومزاج کی تشکیل ہے۔

لیکن عملی حیثیت سے (Practically) جذبات کو صحیح رخ مل جاتا تھا، اور اس کے نتیجہ میں کردار کا ایک اعلیٰ نمونہ سامنے آجاتا تھا۔

تربیت کا اہتمام

یہ حلقۂ تعلیم، تعلیم کا بھی مرکز تھا اور تربیت کا بھی، یہاں سے فیض پانے والے تعلیمی حیثیت سے فقیہ اور کردار کے اعتبار سے رشد و ہدایت کے چراغ ہوتے تھے، زندگیاں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا ایک مرقع تاباں ہوتی تھیں، وہیں پڑھتے

تھے، وہیں ڈھلتے تھے، قربان جائیے اس حلقۂ تعلیم کے۔

مثالی زندگی

اس حلقۂ تعلیم میں زندگی بنی، ڈھلی اور سنوری، فکر و نظر کو روشنی ملی، فکر کا رخ صحیح ہوا، عمل کا پہلو نمایاں ہوا، پھر زندگی اس معیار پر پہونچ گئی کہ زبان نبوت پکار اٹھی۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابہ چمکتے ستاروں کی مانند ہیں، کوئی ان میں سے کسی کی بھی اقتدا کرے گا ہدایت پالیگا، یہ سند، سند تعلیم نہیں تھی بلکہ سند زندگی تھی، ہے کوئی ادارہ یا دانشکدہ کہ اپنے فارغین کو سند فراغت کی بجائے سند معیار زندگی دے سکے۔

یہ ستارے چمکے، ان کی چمک کیسی تھی؟ ہر ایک اپنے اندر ایک انفرادیت اور جاذبیت رکھتا، یہاں بوبکرؓ جیسے صدیق، عمرؓ جیسے فاروق، عثمانؓ جیسے غنی، علیؓ جیسے اہل علم و بصیرت، ابی بن کعبؓ جیسے قاری، عبد اللہ ابن مسعودؓ، اور عبداللہ ابن عباسؓ جیسے فقیہ، خالد بن ولیدؓ جیسے جرنیل، معاذ بن جبلؓ جیسے صوفی، اور ابوالدرداءؓ جیسے اہل ورع وتقوی سب یہاں ملیں گے، ان جلوؤں کا مشاہدہ کوئی کیا کر سکے ؏

میں کامیابِ دید بھی ناکامِ دید بھی ٭ جلوؤں کے اژدحام نے حیراں بنادیا

تعلیم میں دل کا مقام

یہاں پر تختیاں تھیں نہ قرطاس جن پر علم و حکم کے موتی نقش تحریر کئے جاتے، کسی نے کبھی ورق پریشاں پر نقش کرلیا ہو تو ہو ورنہ نستعلیقات (WOT ES) کا کام دینے والا اصل صفحہ صفحۂ دل تھا، جہاں پر ہر ہر موتی اپنی قدر وقیمت کے اعتبار سے جگہ پاتا تھا جس کے گم ہونے کا خوف و خطر انھیں بالکل نہیں تھا۔

واقعۂ غزالیؒ

قرطاسِ دل کی اس اہمیت کا اندازہ بعد کے دور کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے، امام غزالیؒ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے نستعلیقات کا دفتر لئے ایک کارواں کے ساتھ وطن مالوف واپس ہو رہے تھے، اتفاق کی بات کہ راستے میں قافلہ لٹا، اوروں کا مال اور اس کے متعلقات، لیکن امام غزالیؒ کے نستعلیقات چھین لئے گئے مال کے لٹنے کا اہل قافلہ کو شاید اتنا غم نہ ہوا ہو جتنا کہ آں کے لٹنے کا امام غزالیؒ کو ہوا، اوروں کی نظر میں ان کا مال لٹا تھا، حضرت امام غزالیؒ کی نظر میں ان کی زندگی لٹی تھی، انھوں نے جرأت سے

کام لیا اور لٹیروں کے سردار سے کہا۔ بھائی! مال ومتاع تو تمھارے کچھ کام آئے جو تمھیں مطلوب بھی ہے، لیکن یہ تعلیقات کس کام کے اور یہ تمھارا مطلوب بھی نہیں، انھیں واپس لوٹا دو، اس درخواست پر سبحان اللہ! ایک لٹیرے کی زبان سے حکمت کی بات اچھل پڑی، اس نے کہا، حضرت علم در سینہ نہ کہ در سفینہ، اور مسکراتے ہوئے تعلیقات واپس کردیئے، بات بڑے پتہ کی تھی، حضرت غزالی رح کے دل میں بیٹھ گئی، گھر آئے تو پہلا کام یہ کیا کہ سفینہ کے خزانہ کو سینہ میں چھپا لیا اور سب کچھ ازبر کرلیا، اور پھر کہا اب اس کے لٹنے کا کوئی خطرہ نہیں

ع۔ نہ بہت دور پہنچ جائے مری بات کہیں۔

تعلیم بالغان

آئیے پلٹ کر اس حلقۂ تعلیم کی طرف جہاں پر شمع رسالت کے پروانے علم وعرفان حاصل کررہے تھے، اور معرفت و آگہی، تعلیم بالغاں کا (Adult Edn) ٹارجیٹ، مسجد نبوی ﷺ میں پورا ہورہا تھا، اور پورا ہوگیا تھا، اور یہ مرحلہ کتنی سادگی کے ساتھ طے ہوگیا اور کتنی آسانی کے ساتھ

تعلیم نسواں

ادھر مسجد کا حلقہ ختم ہوگیا ادھر گھر کا حلقہ شروع ہوگیا، مسجد کے حلقہ کا جیسا اشتیاق مردوں کو تھا، گھر کے حلقوں کا ایسا اشتیاق عورتوں کو تھا مرد مسجد کے حلقہ سے نکل کر گھر کے حلقہ میں بیٹھ گئے، اور وہ سب کچھ جو انھوں نے زبانِ رسالت سے سنا تھا گھر میں سنادیا، وہ مسجد کے متعلم تھے اور گھر کے استاد، اس طرح گھر کی عورتیں گھر میں رہ کر علم وعرفان سے فیضیاب ہوتی تھیں، شمع انجمن بننے کی انھیں قطعی ضرورت نہیں تھی، گھر چراغ خانہ ہی سے روشن ہوجاتے تھے، اور یہ چراغ خانہ کبھی اتنے تاباں ومنور ہوجاتے کہ مردوں کو اس روشنی کے لئے رہین منت ہونا پڑتا اور وہ مسائل جو مردوں کے لئے باعثِ الجھن ہوتے عورتیں ان کو سلجھا دیتیں، بہرحال بغیر کسی شور وہنگامہ کے تعلیم نسواں کا یہ مرحلہ یوں پورا ہوجاتا۔

تعلیم اطفال

مسجد کے متعلم اور گھر کے معلم، اپنے فرض سے سبکدوش ہوکر جب کاروبار زندگی میں لگ جاتے تو یہ گھر کی طالبات بچوں کی استاد بن جاتیں اور گھریلو کام کاج سے وقت نکال کر بڑی اہمیت کے ساتھ اس خزانے کو جیسے مردوں نے ان پر لٹادیا تھا

بچوں کو منتقل کر دیتیں، ان میں طلب علم، جذبہ عمل پیدا کر دیتیں، انھیں دین کی خاطر قربانی دینے کے لئے تیار و آمادہ کر دیتیں، اس طرح تعلیم اطفال کا ٹارجیٹ پورا ہو جاتا تھا۔

گھر کا مقام گھر کیا تھا؟ ایک خانقاہ، جہاں پر اللہ کا ذکر ہوتا تھا، گھر کیا تھا؟ ایک مدرسہ، جہاں پر علم دین سیکھا سکھایا جاتا تھا۔ گھر کیا تھا؟؟؟ دینی جد و جہد کا ایک مرکز۔ جہاں پر بچوں میں مجاہدانہ جذبات پیدا کئے جاتے تھے، عورتیں علم کا اتنا وافر حصہ پالیتی تھیں کہ انھیں یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ دین کے تعلق سے مردوں کے متعلق کیا تقاضے ہیں، عورتوں کے متعلق کیا تقاضے ہیں اور بچوں کے متعلق کیا تقاضے ہیں، وہ اپنے گھر میں رہ کر ان سہ رُخی تقاضوں کو پورا کرنے اور کرانے کی فکر میں ڈوبی رہتیں، مردوں کو ان کے تقاضے یاد دلاتیں بچوں کو ان کے تقاضوں سے روشناس کرتیں اور اپنے متعلق تقاضوں کو پورا کرنے میں منہمک ہو جاتیں، وقت کی تنگ دامانی مثالوں کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دے رہی ہے، سیرت کی کتابوں میں ان کی تفصیلات مل جائیں گی۔

زورِ قلم یا اعجازِ نبوت یہ صرف اعجازِ رسالت تھا کہ ۲۳ سال کی فکر و محنت نے یہ بہار دکھائی تھی، اور نبی بھی وہ جسے اپنے اُمّی ہونے پر فخر ہے، اس نبیِ حکیم کبھی صحافی و مصنف ہونے کا اور اپنے اہل قلم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، اس کو صرف اور صرف ایک اعجاز ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، ورنہ مشاہدات و تجربات کی دنیا میں یہ ایک انھونی بات تھی، دنیا میں کتنے لکھاڑ ہیں، کتنے اہل قلم ہیں جنھوں نے اپنی انشا پردازی اور قلم کے دھنی ہونے کا سکہ جمایا ہے، کیا ان کی تحریروں نے کبھی ایسا انقلاب پیدا کیا ہے؟

قریب کے زمانہ میں ایک صاحب قلم کے بڑے دھنی تھے، اور ایک رسالہ کے مدیر۔ علمی دنیا ان کو "علامہ" کے بھاری بھرکم نام سے جانتی تھی، لیکن وہ معجزہ کے منکر تھے ان کے پاس ایک مولوی صاحب پہونچ گئے اور یوں ارشاد فرمایا کہ علامہ صاحب! اللہ نے آپ کو صاحب قلم بنایا ہے، خدا کے لئے قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیے، اور اگر آپ کوشش کر ڈالیں تو توقع ہے کہ قوم کی اصلاح ہو جائے گی، علامہ نے جواباً فرمایا کہ یہ ناممکن ہے۔

مولوی صاحب مکرر وسہ کرر اپنی رٹ لگا رہے تھے کہ آپ ایک حلقۂ قلم تشکیل دیجئے اور سب اہل قلم مل کر قوم کی اصلاح فرما دیجئے۔ علامہ نے فرمایا، مولوی صاحب، آپ بڑے بھولے ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ہم سب مل کر قوم کی اصلاح کرسکیں، آخر میں مولوی صاحب نے فرمایا، کیا آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک نبیٔ امی نے باوجود صاحب قلم نہ ہونے کے صرف ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں آج سے زیادہ بگڑی قوم کی اصلاح فرمادی تھی، علامہ نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا، مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ آپ معجزہ کا انکار کرتے ہیں، لیکن آج مجھے بھی اور آپ کو بھی معلوم ہوگیا کہ آپ معجزہ کے منکر نہیں ہیں، کیوں کہ جہاں سارے اہل قلم ایک بات میں عاجز ہیں وہاں ایک نبیٔ امی وہ بات پوری کرکے دکھا رہا ہے، علامہ صاحب! آپ ہی فرمائیے کہ پھر معجزہ کسے کہتے ہیں؟

حضورؐ کا اصل کارنامہ

یہ نہیں کہ اس نبیٔ علم وحکمت نے اس علم کو جو خدا کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا، امت میں صرف منتقل فرمادیا، بلکہ اس علم عرفان کے ذریعہ امت کے ہر فرد کو اس مقام پر پہونچا دیا کہ اس سے اونچے مقام کا تصور نہیں کیا جاسکتا، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟ دنیا کے اور مصلحین کی طرح کہ گوتم فلاں جگہ پیدا ہوا اور اس کی تعلیمات یہ تھیں، زرتشت فلاں جگہ پیدا ہوا، اور اس کی تعلیمات یہ یہ تھیں۔ اسی زمرہ میں یہ پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور کلمہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ آپ کی تعلیمات تھیں اور بس، ساری دنیا بس اتنا ہی جانتی ہے اور مقام افسوس ہے کہ مسلمان بھی اتنا ہی جانتا ہے، اس لئے کہ علوم عصری میں اس سے زیادہ جاننے کی گنجائش نہیں تھی بلکہ اس کی صرف اتنی ہی گنجائش رکھی گئی تھی، اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل کارنامے کو چھپایا گیا تھا، ایک ایسا کارنامہ جسے دنیائے انسانیت اپنی ابتداء سے آج تک نہیں دیکھ سکی تھی، اور قیامت تک بھی کسی اور سے ایسے کارنامہ کی توقع نہیں کی جاسکتی، وہ کارنامہ کیا تھا؟ وہ عظیم کارنامہ یہ تھا کہ صرف ۲۳ سال کے عرصہ مختصر میں کم وبیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار کی ایک ایسی مقدس وعظیم جماعت تیار ہوگئی تھی کہ اس جماعت کا ہر فرد رہتا تو فرش پر تھا لیکن اس کا تعلق عرش والے سے قائم ہوگیا تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔

ایک صحابی سے ایک معاملہ میں سہو ہو گیا، احساس لغزش و خطانے بہت شرمسار و نادم کیا، حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست بخشش و رحمت کرائی جاسکتی تھی، لیکن ہاں کیا کہوں! اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوا دیا، اور کہا کہ جب تک میرے خدا کی طرف سے معافی نہ ہو میں یہاں سے رہائی پانے کا نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہونچی، فرمایا اگر وہ مجھ سے کہتا تو میں اس کی معافی کی درخواست خدا سے کرتا، لیکن اس نے خود اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دیا ہے، تو میں بھی خدا کے فیصلہ کا انتظار کروں گا، عبد و معبود کے درمیان تعلق عبدیت و معبودیت کے ایسے مظاہر دنیائے انسانیت نے شاید ہی دیکھے ہوں۔ فیصلہ معافی خدا کی طرف سے ہوتا ہے، لوگ رہا کرنے دوڑتے ہیں لیکن وہ تو جذب و کیف کے کسی اور ہی عالم میں تھے، دو سعادتوں کو جمع کرنا چاہتے تھے، کہا کہ مجھے نبیؐ رحمت اپنے دست مبارک سے رہا فرمائیں، اور نبیؐ رحمت نے رہا فرمایا، خدا سے فیصلہ معافی اور نبیؐ سے رہائی، ان دو سعادتوں سے نوازے گئے۔

یہ تو برائے نمونہ ایک مثال ہے ورنہ جیسا کہ عرض کیا گیا ہر فرد کا یہی حال تھا، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو کیسا اونچا مقام عطا فرمایا تھا، اس کی پرواز کتنی اونچی رکھی گئی تھی ع

غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

عرض مدعا

آہ! آج یہ امت کس مقام پر کھڑی ہے اسی امت کا ایک فرد میں خود ہوں سوچوں تو صحیح کہ میں کس مقام پر ہوں، کیا خدا سے مجھے ایسا تعلق ہے، کیا خدا سے مجھے کوئی توقع ہے، کیا میں خدا سے کہہ کر کوئی بات پوری کروا سکتا ہوں، نگاہِ سماوی سے کیا گر گیا کہ نگاہِ ارضی میں بھی کچھ وقعت باقی نہیں رہی، امت کے اس حال زار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی کڑھن ہوتی ہوگی رات و دن امت کے غم میں جس نے زندگی بھر اپنے کو بے چین رکھا، قبر اطہر کے اندر اس کی فرحت و مسرت کیلئے امت نے کیا سوغات بھیجی ہے۔ اللہ ہم سب کو ہوش نصیب فرمائے، عزیز دوستو! آج زندگی ہے تلافی مافات کا موقع میسر ہے کل فرصت ملے نہ ملے ارادہ فرمائیں کہ اس دولت لازوال کو اس علم معرفت کو جسے دینے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ بنایا گیا تھا پانے کی ہم کوشش کرینگے اور ساری دنیا کو اپنے ہوں یا پرائے دینے کی کوشش کریں گے تاکہ انسانیت پھر اس مقام پر آ کھڑی ہوجائے جس مقام پر نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہونچایا تھا۔ (باقی بر ص ۱۷)

دارالعلوم نے مسلمانوں کو کیا دیا؟

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بظاہر ناکام ہونے والے شکستہ دل مسلمانوں کی دینی و قومی روایات کا تحفظ کیا، دلی اللٰہی منہاج پر تعلیمات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی، اسلام مخالف تحریکات کی سرکوبی کی، برصغیر اور دیگر براعظموں میں مساجد و مدارس کے ذریعہ قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں کو عام کیا، فرنگی سامراج کے ظالمانہ اقتدار کی جڑیں اکھاڑ کر ہندوستان کو آزاد کرایا، اسلام اور پیغمبر اسلام پر کیے گئے ناروا حملوں کا جواب دیا، تفسیر حدیث، فقہ، کلام اور جملہ علوم و فنون کی عظیم الشان لائبریری تیار کی، عظمت صحابہ اور عزت اسلاف کا تحفظ کیا منکرین ختم نبوت کا کامیاب تعاقب کیا، بدعات کی تاریکیوں میں سنت کی مشعلیں روشن کیں اور آئندہ کام کرنے کے لئے سیکڑوں مجاہد، عالم، مفسر، محدث، متکلم، فقیہ، مورخ، مقرر، خطیب، طبیب، مناظر، صحافی، صوفیا، قراء، حفاظ اور سیاستداں پیدا کئے۔

تعداد فضلاء دارالعلوم دیوبند ۱۲۸۳ھ تا ۱۴۱۴ھ

ہندوستان	۲۰۳۷۹	مالدیپ	۱	فرانس	۱
پاکستان	۱۵۲۴	ترکستان	۲۰	فیجی	۷
بنگلہ دیش	۲۱۵۴	مصر	۱	لبنان	۶
افغانستان	۱۱۸	یمن	۱		
نیپال	۱۱۹	انڈونیشیا	۱		
برما	۱۶۰	ملیشیا	۵۱۸		
شری لنکا	۱۹	کمبوڈیا	۱		
چین	۴۴	امریکہ	۱۶		
روس	۷۰	افریقہ	۲۳۷		
ایران	۱۱	برطانیہ	۲۱		
عراق	۲	سوڈان	۶		
کویت	۲	ویسٹ انڈیز	۴		
سعودی عرب	۲	تھائی لینڈ	۸		
مسقط	۱	نیوزی لینڈ	۲		

تعداد بیرون ملک	۵۰۷۸
تعداد اندرون ملک	۲۰۳۷۹
کل تعداد	۲۵۴۵۷
تعداد مستفیدین	۵۱۹۲۵
کل تعداد	۷۷۳۸۲

طبقات مشاہیر علماء دیوبند

محدثین

۱:۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ
۲:۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؍؍
۳:۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؍؍
۴:۔ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی ؍؍
۵:۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؍؍
۶:۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؍؍
۷:۔ حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی ؍؍
۸:۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؍؍
۹:۔ حضرت مولانا عبد العلی میرٹھی ؍؍
۱۰:۔ حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری ؍؍
۱۱:۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؍؍
۱۲:۔ حضرت مولانا محمد اسحاق امرتسری ؍؍
۱۳:۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ؍؍
۱۴:۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؍؍
۱۵:۔ حضرت مولانا عبد العزیز گجرانوالہ رحمہ اللہ
۱۶:۔ حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی ؍؍
۱۷:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ؍؍
۱۸:۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی ؍؍
۱۹:۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؍؍
۲۰:۔ حضرت مولانا ماجد علی جون پوری ؍؍
۲۱:۔ حضرت مولانا عبد الغفار مئوی ؍؍
۲۲:۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؍؍
۲۳:۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؍؍
۲۴:۔ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ؍؍
۲۵:۔ حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری ؍؍
۲۶:۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوری ؍؍
۲۷:۔

مفسرین

۱:۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ
۲:۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن امروہوی ؍؍
۳:۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی ؍؍
۴:۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۵:۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؍؍
۶:۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلوی ؍؍

۷ :۔ حضرت مولانا حسین علی پنجابی رحمہ اللہ
۸ :۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ″
۹ :۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ″
۱۰ :۔ حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی ″
۱۲ :۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ
۱۲ :۔ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ
۱۳ :۔ حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی ″

متکلمین اسلام

۱ :۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
۲ :۔ حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوری ″
۳ :۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری ″
۴ :۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ″
۵ :۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ″
۶ :۔ حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم بلیاوی ″
۷ :۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۸ :۔ حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی ″
۹ :۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی ″
۱۰ :۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہ
۱۱ :۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ″

مصنفین ومورخین

۱ :۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
۲ :۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ″
۲ :۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی ″
۱ :۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ″
۷ :۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ″
۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی ″
:۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ″
۱۔ حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی ″
۱:۔ حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث سہارنپوری ″
حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی ″
۱۱ :۔ حضرت مولانا قاضی زین العابدین رحمہ اللہ
۱۲ :۔ مولانا نور الحسن شیرکوٹی ″
۱۳ :۔ مولانا یعقوب الرحمٰن ″
۱۴ :۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ
۱۵ :۔ حضرت مولانا سرفراز احمد صفدر ″
۱۶ :۔ مولانا سید نور الحسن بخاری رحمہ اللہ
۱۷ :۔ مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری مدظلہ
۱۸ :۔ مولانا محمد تقی عثمانی ″
۱۹ :۔ مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی ″
۲۰ :۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی ″

فقہاء

۱۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
۲۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی ″
۳۔ حضرت مولانا سعادت علی سہارنپوری ″
۴۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ″
۵۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ″
۶۔ حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی ″
۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ″
۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد سہول بھاگلپوری ″
۹۔ حضرت مولانا مفتی ریاض الدین بجنوری ″
۱۰۔ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق ″
۱۱۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ میرٹھی ″
۱۲۔ حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری ″
۱۳۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ
۱۴۔ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی مدظلہ
۱۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد اسمٰعیل بسم اللہ سورتی رحمہ اللہ
۱۶۔ حضرت مولانا مفتی احمد سعید اجراڑوی ″
۱۷۔ حضرت مولانا فقیر اللہ رائے پوری رحمہ اللہ
۱۸۔ حضرت مولانا مفتی محمود سرحدی ″
۱۹۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ″
۲۰۔ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف آزاد کشمیر ″
۲۱۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ
۲۲۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری ″
۲۳۔ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ
۲۴۔ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی مدظلہ
۲۵۔ حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی ″
۲۶۔ حضرت مولانا مفتی منظور احمد مظاہری ″
۲۷۔ حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی ″
۲۸۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن دہلی ″
۲۹۔ حضرت مولانا مفتی شبیر احمد مدرسہ شاہی ″
۳۰۔ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام ″
۳۱۔ حضرت مولانا مفتی ابوزید باندہ ″

اصحاب تدریس

۱۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ
۲۔ حضرت مولانا سید احمد دہلوی ″
۳۔ حضرت مولانا احمد حسن امروہوی ″
۴۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ
۵۔ حضرت مولانا منفعت علی ″ ″
۶۔ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی ″

۷:۔ حضرت مولانا عبدالمومن دیوبندی رحمۃ اللہ

۸:۔ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی "

۹:۔ حضرت مولانا غلام رسول خاں ہزاروی "

۱۰:۔ حضرت مولانا محمد صدیق انبیٹھوی "

۱۱:۔ حضرت مولانا کریم بخش سنبھلی "

۱۲:۔ حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی "

۱۳:۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری "

۱۴:۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری "

۱۵:۔ حضرت مولانا محمد صدیق کشمیری "

۱۶:۔ حضرت مولانا محمد عبدالسمیع دیوبندی "

۱۷:۔ حضرت مولانا زین العابدین اعظمی "

۱۸:۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ سہسرامی "

۱۹:۔ حضرت مولانا مفتی محمد سہول بھاگلپوری "

۲۰:۔ حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی "

۲۱:۔ حضرت مولانا محمد مراد پاک پٹنی رحمۃ اللہ

۲۲:۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی "

۲۳:۔ حضرت مولانا محمد رسول خاں "

۲۴:۔ حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی "

۲۵:۔ حضرت مولانا حمید الدین فیض آبادی "

۲۶:۔ حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی "

۲۷:۔ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری "

۲۸:۔ حضرت مولانا عبدالستار معروفی "

۲۹:۔ حضرت مولانا بشیر احمد بلند شہری "

۳۰:۔ حضرت مولانا معراج الحق دیوبندی "

۳۱:۔ حضرت مولانا محمد حسین بہاری "

۳۲:۔ حضرت مولانا شکر اللہ اعظمی "

۳۳:۔ حضرت مولانا علی احمد اعظمی "

۳۴:۔ حضرت مولانا عبدالصمد کوپاگنجی "

مبلغین اسلام

۱:۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ

۲:۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن بجنوری "

۳:۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی "

۴:۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب "

۵:۔ حضرت مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری "

۶:۔ حضرت مولانا محمد ادریس سکروڈوی "

۷:۔ حضرت مولانا سید معظم علی "

۸:۔ حضرت مولانا محمد قاسم شاہجہانپوری رحمۃ اللہ

۹:۔ حضرت مولانا عبدالجبار حصاروی "

۱۰:۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری "

۱۱:۔ حضرت مولانا سید ارشاد احمد فیض آبادی "

۱۲:۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی "

۱۳:۔ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی "

۱۴:۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری مدظلہ

۱۵:۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی	مدظلہ	۱۷:۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی	مدظلہ
۱۶:۔ حضرت مولانا قاری محمد صدیق	"	۱۸:۔ حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی	"

حضرات مشائخ

۱:۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

۲:۔ قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی "

۳:۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری "

۴:۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی "

۵:۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی "

۶:۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری "

۷:۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری "

۸:۔ حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندی "

۹:۔ حضرت مولانا ضرغام الدین فیض آبادی "

۱۰:۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری "

۱۱:۔ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی "

۱۲:۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری "

۱۳:۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ "

۱۴:۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری "

۱۵:۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی "

۱۶:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا "

۱۷:۔ حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری "

۱۸:۔ حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی "

۱۹:۔ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی "

۲۰:۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ

۲۱:۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری "

۲۲:۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادی "

۲۳:۔ حضرت مولانا قاری فخر الدین گیاوی "

۲۴:۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ

۲۵:۔ حضرت مولانا عبدالجبار معروفی، سابق شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مراد آباد رحمہ اللہ

۲۶:۔ حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی مدظلہ

۲۷:۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی "

۲۸:۔ حضرت مولانا قاری محمد صدیق "

۲۹:۔ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی "

۳۰:۔ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی "

۳۱:۔ حضرت مولانا احمد علی آسامی "

مجاہدین وقائدین ملت

۱۔ امام العصر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ
۲۔ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ״
۳۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ״
۴۔ حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاری ״
۵۔ حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری ״
۶۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری ״
۷۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ״
۸۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ״
۹۔ حضرت مولانا محمد صادق کراچی سندھ رحمہ اللہ
۱۰۔ حضرت مولانا سجاد حسین بہاری ״
۱۱۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری ״
۱۲۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی ״
۱۳۔ حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی ״
۱۴۔ حضرت مولانا مفتی محمود سابق وزیر سرحد ״
۱۵۔ حضرت مولانا احتشام حسین تھانوی ״

مناظرین اسلام

۱۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
۲۔ حضرت مولانا احمد حسن لاہوری ״
۳۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ״
۴۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری ״
۵۔ حضرت مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری ״
۶۔ حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری ״
۷۔ حضرت مولانا سید ارشاد احمد فیض آبادی ״
۸۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہٗ
۹۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ״
۱۰۔ حضرت مولانا نور محمد ٹانڈوی ״
۱۱۔ حضرت مولانا عبداللطیف اعظمی ״
۱۲۔ حضرت مولانا عبدالسلام فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ
۱۳۔ حضرت مولانا عبدالحلیم ״ ״
۱۴۔ حضرت مولانا قاضی محمد مظہر حسین مدظلہٗ
۱۵۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی ״
۱۶۔ حضرت مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ
۱۷۔ حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان
۱۸۔ حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہٗ
۱۹۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کرشکی ״
۲۰۔ حضرت مولانا امام علی دانش لکھیم پوری ״

صحافی و اہل قلم

۱ : مولانا سید مناظر احسن گیلانی ـــــ ایڈیٹر ماہنامہ القاسم دارالعلوم دیوبند

۲ : مولانا منظور احمد نعمانی ـــــ " " الفرقان بریلی و لکھنو

۳ : مولانا سعید احمد اکبر آبادی ـــــ " " برہان دہلی

۴ : مولانا احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی ـــــ آپ کی ادارت میں دسیوں رسائل جاری ہوئے

۵ : مولانا مظہر الدین بجنوری ـــــ روزنامہ الامان دہلی

۶ : مولانا شائق عثمانی ـــــ عصر جدید کلکتہ

۷ : مولانا عامر عثمانی ـــــ ماہنامہ تجلی، دیوبند

۸ : مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی ـــــ الحرم میرٹھ

۹ : مولانا حبیب الرحمن بجنوری ـــــ منصور اور تکمیل ہفتہ وار

۱۰ : مولانا عبد الوحید صدیقی ـــــ نئی دنیا

۱۱ : مولانا ازہر شاہ قیصر ـــــ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (سابق ایڈیٹر)

۱۲ : مولانا حامد الانصاری غازی ـــــ مدینہ بجنور، اور جمہوریت دہلی

۱۳ : مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ ـــــ البلاغ کراچی۔

۱۴ : مولانا سمیع الحق " ـــــ الحق اکوڑہ خٹک

۱۵ : مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی ـــــ بینات، بنوری ٹاؤن کراچی

۱۶ : مولانا عبد العلی ـــــ البدر کاکوری

۱۷ : مولانا محمد صادق علی بستوی ـــــ نقوش حیات، بستی

۱۸ : مولانا اسیر ادروی ـــــ ترجمان اسلام بنارس، سہ ماہی۔

۱۹ : مولانا اعجاز احمد اعظمی ـــــ المآثر مئو، سہ ماہی

۲۰ : مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری ـــــ ندائے شاہی مرادآباد

۲۱ : مولانا نور الحسن راشد ـــــ احوال و آثار مفتی الٰہی بخش اکاڈمی کاندھلہ

۲۲ : مولانا محمد ہاشم القاسمی ـــــ الفیصل، حیدرآباد

۲۳ : مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی ـــــ بحث و نظر پٹنہ، سہ ماہی

۲۴ : مولانا رضوان القاسمی ـــــ صفا، جامعہ سبیل السلام حیدرآباد

۲۵ : حبیب الرحمن قاسمی ـــــ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

۲۶ : مولانا کفیل احمد کیرانوی ـــــ آئینہ دارالعلوم دیوبند (پندرہ روزہ)

۲۷ : مولانا نور عالم امینی ـــــ الداعی (عربی)

۲۸ : مولانا محمد سالم جامعی فاضل دیوبند ـــــ ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۱	اردو	موضح فرقان مع تفسیری فوائد سورۂ بقرہ و نساء	حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ	یہ ترجمہ طبع زاد نہیں بلکہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ قرآن کا جدید اردو ایڈیشن ہے، حضرت شاہ عبد القادرؒ کے الہامی ترجمہ کی تسہیل و تیسیر بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔
۲	"	تفسیری فوائد	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	سورۂ بقرہ و نساء کے علاوہ پورے قرآن کے یہ تفسیری فوائد مستند و معتبر تفسیروں کا سلیس و صاف اردو میں خلاصہ ہے جو کوزہ میں دریا سمودینے کا مصداق ہے
۳	"	ترجمۂ قرآن مع حواشی	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	ترجمہ نہایت سلیس ہے حواشی میں ربط آیات اور ادر ضروری وضاحتیں بڑی وقیع ہیں، اب تک اسکے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔
۴	"	ترجمۂ قرآن مع حواشی	حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ	یہ ترجمہ نہایت سلیس اور صاف اردو میں ہے اور اہل علم میں مقبول ہے اس ترجمہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کا ایک ایک حرف حضرت شیخ الہندؒ کی نظر سے گذرا ہے۔
۵	"	ترجمہ قرآن	حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	یہ ترجمہ سلاست و فصاحت میں اپنی مثال آپ ہے۔
۶	"	کشف الرحمٰن ترجمۂ قرآن	حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ	نہایت مقبول و معتبر ترجمہ ہے ادبی ذوق رکھنے والے بطور خاص اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں
۷	بنگلہ	ترجمۂ قرآن	مولانا محمد طاہر خلیفہ حضرت مدنیؒ	بنگال میں یہ ترجمہ بہت مقبول ہے۔
۸	آسامی	ترجمۂ قرآن	مولانا عبد الحق آسامی خلیفہ حضرت مدنیؒ	

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۹	اردو	بیان القرآن	حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی	یہ تفسیر بے پناہ ظاہری و معنوی خوبیوں کی حامل ہے اور اہل نظر علماء اسے اہم عربی تفسیروں کے درجہ میں شمار کرتے ہیں
۱۰	"	معارف القرآن ۸ جلدوں میں	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی	قرآنی مسائل و معارف کا بیش بہا خزانہ اور عام فہم فصیح اردو میں ہے اب تک اس کے دسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں
۱۱	"	معارف القرآن	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی	اس تفسیر میں مولف نے حقائق و معارف کے بیش بہا جواہرات جمع کر دیئے، سورۂ حجر تک مولانا موصوف کے قلم سے ہے اور بقیہ حصہ کی تفسیر ان کے خلف رشید مولانا محمد مالک کاندھلوی نے تحریر کی ہے۔
۱۲	"	جواہر القرآن دو جلد	شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان	نہایت عمدہ اور بیش بہا علمی فوائد پر مشتمل ہے، خاص طور پر ان کے استاذ غلام حسین علی تلمیذ حضرت گنگوہی کے افادات کو موصوف نے اس تفسیر میں بڑی خوبی سے جمع کر دیا ہے۔
۱۳	"	بلغة الحیران فی تفسیر قرآن	"	یہ تفسیر بھی مولانا علامہ حسین علی کے فرمودات و افادات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔
۱۴	"	تفسیر القرآن	مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند	اس تفسیر کے بعض اجزاء تسلیم کمپنی پاکستان نے شائع کئے تھے پتہ نہیں مکمل شائع ہوئی یا نہیں۔
۱۵	عربی	مشکلات القرآن	محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ	نام سے اس کا موضوع ظاہر ہے یعنی اس میں قرآنی مشکلات و مبہمات کا حل موجود ہے اہل علم کے لئے اسکا مطالعہ ضروری ہے
۱۶	"	احکام القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، " ظفر احمد تھانوی اور " محمد جمیل تھانوی	آیات احکام کی فقہی تفسیر ہے، اور اپنے موضوع پر اہم ترین خدمت ہے متعدد ضخیم جلدوں میں ادارۃ القرآن کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔
۱۷	پشتو	انوار القرآن	مولانا سید انوار الحق کاکاخیل فاضل دیوبند	
۱۸	"	انکشاف القرآن	مولانا محمد ادریس طوروی فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل	
۱۹	افغانی	تیسیر القرآن	مولانا محمد طاہر مردانی فاضل دیوبند	ترجمہ و تفسیر غیر مطبوعہ
۲۰	عربی	حاشیہ تفسیر بیضاوی	مفسر قرآن مولانا عبد الرحمٰن امروہوی	

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۲۱	اردو	حاشیہ تفسیر جلالین مع ترجمہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی	جلالین کا یہ ترجمہ دیوبند سے قرآن کے حاشیہ پر چھپا تھا
۲۲	؍؍	ترجمہ تفسیر خازن	؍؍ ؍؍ ؍؍	
۲۳	عربی	منحۃ الجلیل خلاصہ معالم التنزیل	؍؍ ؍؍	یہ خلاصہ لامع النور پریس آگرہ سے چھپا تھا اب بالکل نایاب ہے۔
۲۴	اردو	ترجمہ تفسیر ابن کثیر	مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب	
۲۵	؍؍	ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل	؍؍ ؍؍ ؍؍	
۲۶	؍؍	ترجمہ تفسیر جلالین	مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب	
۲۷	ہندی	ترجمہ حضرت شیخ الہند مع فوائد عثمانی	مولانا سید ارشد مدنی صاحب بشرکت ماسٹر محمد سلیمان	ہندی زبان میں ترجمہ کے ساتھ تفسیری تشریحات کی یہ اولین خدمت ہے جو بحمداللہ علمائے دیوبند کے حصہ میں آئی جمعیۃ علماء نے عمدہ کاغذ وطباعت سے مزین کرکے شائع کیا ہے۔
۲۸		ترجمہ و تفسیر	مولانا حبیب احمد کیرانوی	اس تفسیر کو حرفاً حرفاً حضرت تھانوی نے پڑھا ہے اور بعض مقامات کی اصلاح بھی فرمائی ہے۔
۲۹	پشتو	ترجمہ و تفسیر	مولانا فضل ودود مولانا گل رحیم فاضل دیوبند	نصف نصف قرآن کی تفسیر دونوں حضرات نے کی ہے۔ خازن، معالم التنزیل، جمل اور روح البیان وغیرہ کو سامنے رکھ کر یہ تفسیر مرتب کی گئی ہے
۳۰	اردو	البیان فی علوم القرآن مع ترجمہ قرآن	مولانا سید ممتاز علی دیوبندی بانی دارالاشاعت لاہور	موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ اور علوم قرآن کی مکمل فہرست بڑی محنت وکاوش سے اس میں جمع کردی ہے یہ قرآنی انڈکس ۱۹۴۹ء میں گیانی پریس لاہور سے شائع ہوا تھا۔
۳۱	؍؍	تفسیر تعلیم القرآن	مولانا قاضی زاہد الحسینی فاضل دیوبند	
۳۲	؍؍	درس قرآن مجید	؍؍ ؍؍ ؍؍	
۳۳	؍؍	معالم التنزیل	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی	تیس جلدوں پر مشتمل یہ ضخیم تفسیر درحقیقت تمام مستند ومعتبر قدیم وجدید تفسیروں کا خلاصہ ہے

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۳۴	اردو	الہام الرحمٰن	حضرت مولانا عبید اللہ سندھی	تدوین وتہذیب مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی
۳۵	〃	تفسیر سورۂ فاتحہ	〃 〃	یہ جملہ تفاسیر دراصل مولانا سندھی مرحوم کے
۳۶	〃	تفسیر سورۂ قتال	〃 〃 〃	درسی افادات ہیں جنھیں بعد میں ان کے تلمیذ
۳۷	〃	تفسیر سورۂ فتح	〃 〃	مولوی بشیر احمد لدھیانوی نے جمع و مرتب کرکے
۳۸	〃	تفسیر سورۂ مزمل و مدثر	〃 〃 〃	شائع کیا ہے، اس مجموعہ تفاسیر میں بعض باتیں
۳۹	〃	تفسیر سورۂ والعصر	〃 〃 〃	قابل گرفت ہیں جس کی ذمہ داری مرتب پر ہی
۴۰	〃	تفسیر سورۂ اخلاص	〃 〃 〃	آتی ہے، مولانا سندھی اپنی تشریحات میں حضرت
۴۱	〃	تفسیر سورۂ معوذتین	〃 〃 〃	شیخ الہند اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس اسرارہما
۴۲	〃	المقام المحمود تفسیر سورۂ عم	〃 〃 〃	کی تحقیقات سے باہر نہیں نکلتے، جیسا کہ ان
۴۳	〃	المقام المحمود تفسیر سورۂ بقرہ	〃 〃 〃	کی خود نوشت تالیفات شاہد ہیں
۴۴	〃	درس قرآن کی سات مجلسیں	حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح	مراد آباد جیل میں حضرت شیخ مدنی رح کے درس قرآن کا مجموعہ ہے جو اگرچہ سورۂ فاتحہ سے متعلق ہے پھر بھی علمی لطائف رموز قرآن اور اسرار و حکم کا ایک خزینہ ہے جسے حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نے جمع و مرتب فرمایا ہے۔
۴۵	سندھی	تفسیر القرآن	مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب	
۴۶	اردو	درس سورۃ الفاتحہ	حضرت مولانا شمس الحق افغانی	یہ حضرت مولانا افغانی کے درسی افادات کا مجموعہ ہے جنھیں ان کے تلمیذ مولانا علی اصغر عباسی نے مرتب کرکے شائع کیا ہے، دروس کا یہ مجموعہ علمی نکات کا ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے۔
۴۷	عربی	یتیمۃ البیان	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب محدث بنوری	یہ مشکلات القرآن از محدث کشمیری کا مبسوط بلند پایہ مقدمہ ہے جو بجائے خود ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، الگ سے کتابی شکل میں اور مشکلات القرآن کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکا ہے

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۴۸	عربی	سبق الغایات فی نسق الآیات	حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ	پہلا رسالہ ربط آیات و سور سے متعلق ہے اور بقیہ سارے تفسیر و ترجمہ سے
۴۹	اردو	احسن الاثاث فی النظر الثانی		
۵۰	〃	اصلاح ترجمہ دہلویہ		
۵۱	〃	اصلاح ترجمہ حیرت		
۵۲	〃	التقصیر فی التفسیر		
۵۳	عربی	سمط الدرر فی ربط الآیات والسور	مولانا محمد طاہر مردانی	موضوع نام سے ظاہر ہے یہ کتاب اہل علم میں مقبول ہے اب تک اس کے چار ایڈیشن سے زائد نکل چکے ہیں۔
۵۴	اردو	علوم القرآن	حضرت مولانا شمس الدین افغانی	علوم قرآن پر بڑی معلومات افزا کتاب ہے اور اہل علم میں معروف و مقبول ہے
۵۵	اردو	علوم القرآن	مولانا محمد تقی عثمانی	علوم قرآن میں مشہور عربی کتاب مناہل العرفان کا عطر اس کتاب میں نچوڑ لیا گیا ہے
۵۶	اردو	معارف القرآن	مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب	علوم قرآن میں جامع و مفید کتاب ہے، اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔
۵۷	اردو	منازل العرفان فی علوم القرآن	مولانا محمد مالک کاندھلوی	اپنے موضوع پر نہایت جامع و ضخیم کتاب ہے حضرت شاہ ولی اللہ کی مشہور تالیف الفوز الکبیر [illegible]
۵۸	عربی	العون الکبیر شرح الفوز الکبیر	مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند	الفوز الکبیر کے حل کیلئے یہ شرح نہایت کارآمد اور علماء و طلبہ میں مقبول ہے
۵۹	اردو	تاریخ القرآن	مولانا عبدالصمد صارم فاضل دیوبند	تاریخ قرآن پر نہایت مستند اور معیاری کتاب ہے مصر و شام کے علماء نے بھی اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے یورپ کے مصنفین اس کا حوالہ دیتے ہیں
۶۰	اردو	البرہان فی اصول القرآن	مولانا محمد طاہر مردانی	مخطوطہ
۶۱		تفسیر ہدایت القرآن	مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری استاذ دارالعلوم دیوبند	موصوف اپنے دیگر علمی مشاغل کی وجہ سے چند پاروں سے زائد کی تفسیر اب تک نہیں کر سکے ہیں۔

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
٦٢	اردو	تفسیری اشارات	العبد الضعیف حبیب الرحمن قاسمی خادم التدریس دارالعلوم دیوبند	تفسیر سورۂ بقرہ جس میں سورۃ کے عمود اور آیات کے مابین ربط کو ایک خاص انداز سے بیان کیا گیا ہے یہ تفسیر قسط وار ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔
٦٣	اردو	قصص القرآن ٤ جلد	حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	آیات تاریخیہ کی محققانہ تفسیر و تشریح اپنے موضوع پر یہ کتاب نہایت بلند پایہ اور دقیع ہے اور اہل علم میں مقبول و متداول ہے
٦٤	"	نیل السائرین فی طبقات المفسرین	مولانا محمد طاہر مردانی	اپنے موضوع پر نہایت مفید ہے۔
٦٥	"	تذکرۃ المفسرین ٢ جلد	مولانا قاضی زاہد الحسینی	مفسرین کے تذکرہ میں ایک عمدہ کتاب ہے تقریباً سات سو مفسرین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
٦٦	"	قاموس القرآن	مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی	قرآن کے لغت میں ایک بہتر کتاب ہے اور علماء و طلبہ میں متداول ہے۔
٦٧	"	لغات القرآن	مولانا قاضی زاہد الحسینی	نام سے موضوع ظاہر ہے۔
٦٨	"	لغات القرآن، جلد دہم	مولانا عبدالرشید نعمانی و مولانا سید عبدالدائم جلالی	اپنے موضوع پر نہایت جامع اور تحقیقی کتاب ہے
٦٩	"	جنۃ النعیم فی استخراج لغات القرآن الکریم	مولانا اسداللہ سندھی فاضل دیوبند	
٧٠	"	اعجاز القرآن	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی	اس رسالہ میں قرآن کے اعجاز سے متعلق بڑی فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔
٧١	"	مقدمۃ القرآن	حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند	یہ رسالہ الگ سے اور بعض تفسیروں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے اس میں قرآنی حقائق و اسرار پر ایک خاص انداز سے گفتگو کی گئی ہے
٧٢ ٧٣	" "	محاسن موضع القرآن مستند موضح القرآن	مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی	
٧٤	"	درس تفسیر قرآن	مولانا علامہ حسین علی پنجابی تلمیذ حضرت گنگوہی	مولانا موصوف کے درسی افادات ہیں جنھیں ان کے بعض تلامذہ نے جمع کر دیا ہے۔
٧٥	عربی	حاشیہ تفسیر مدارک	مولانا عبدالقادر بھوپالی فاضل دیوبند	صرف سورۂ بقرہ کا حاشیہ ہے اور بہت خوب ہے

شمار	زبان	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین	کیفیت
۷۶		اسرار قرآنی	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ	معوذتین کی تفسیر میں یہ رسالہ عجیب و غریب معلومات اور اسرار و رموز پر مشتمل ہے
۷۷		تفسیر رشیدی	حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	اس مجموعۂ تفسیر کو مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے حضرت گنگوہی کی تصانیف سے اخذ کر کے جمع کیا ہے۔
۷۸	اردو	الحاوی شرح بیضاوی سورۂ بقرہ	مولانا فخر الحسن مرادآبادی	یہ مولانا موصوف کے درسی افادات پر مشتمل ہے جسے مولانا شکیل احمد سیتاپوری نے بوقت درس تحریر کر لیا تھا۔

نوٹ

علمائے دیوبند نے تفسیر قرآن، شرح حدیث، اصول فقہ، فقہ حنفی، توحید و عقائد، سیرت و آداب، تاریخ و تراجم، اخلاق و تصوف اور دیگر علوم و فنون، نیز فرق باطلہ، آریہ سماجی تحریک، عیسائیت، دہریت، قادیانیت، رافضیت کے رد اور دین متین کی حفاظت میں جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان کی تعداد ایک محتاط اندازہ کے مطابق ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی، صرف ایک مصنف حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کی تصنیفات پانچ سو سے زائد ہیں، یہ فہرست تو صرف ایک موضوع پر نمونہ از خروارے کا مصداق ہے، اور بغیر کسی خاص اہتمام کے سرسری طور پر تیار کی گئی ہے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا!

از : مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ (پاکستان)

دار العلوم دیوبند

تحفظ واحیاءدین کی ایک عظیم تحریک

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ناکام ہوئی تو مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو گئی، مایوسیوں نے گھیر لیااور سوچا یہ جانے لگا کہ یہ قوم اب کبھی انگڑائی نہ لے سکے گی، لیکن اس علمی تحریک کی داغ بیل نے جس کی پہلی کڑی دار العلوم دیوبند کا قیام تھا۔ افرا تفری کا شکار دکھی مسلمانوں کیلئے ایک پلیٹ فارم مہیا کر دیااور نئے سرے سے ایک مرکزِ وحدت میسر آگیا۔

یہی مرکز وحدت ہے جو آج ایک سو سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اپنی اسی حیثیت میں موجود ہےاور ملت کی ہر نوع کی رہنمائی اس کے دم قدم سے ہے۔

۱۸۵۷ء سے پہلے بھی مختلف النوع فتنے اسلامی عقائد کے خلاف سامنے آچکے تھے۔ لیکن اس کے بعد جس طرح چاروں طرف سے تابڑتوڑ حملے شروع ہوئے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

تاتاریوں کا ظلم و ستم بہت مشہور ہے اور اندلس کا خونی ڈرامہ اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن آج تو مکر و فریب کے ہر نوایجاد طریق سے متاع حیات لوٹی جارہی تھی اور عیسائی مشنریز کے ساتھ ساتھ آریہ سماج وغیرہ اور پھر بعد کے ادوار میں انکار ختم نبوت، انکارِ حدیث و معجزاتِ نبوی ﷺ اور بدعات ورسوم جاہلیت کا جو دور دورہ ہوا اس نے انتہائی خطرناک صورت پیدا کر دی۔

ساتھ ہی تعلیم جدید کے فتنہ کو شامل کرلیں جس کا ظاہری عنوان تو دلفریب تھا لیکن فی الحقیقت لارڈ میکالے کی تعلیم اسکیم کو خود نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں پروان چڑھانے کی ایک مکروہ سازش تھی۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ جدید علوم وفنون وغیرہ کے متعلق علماء پر جو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی جاتی ہے وہ سر تاپا غلط ہے۔ علماء تنگ نظر نہیں کہ وہ اس قسم کے کردار کا مظاہرہ کریں، انہوں نے تمام علوم وفنون کی اجازت دی جیسا کہ خود سر سید احمد خاں نے اپنی کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے تسلیم کیا ہے، اور حضرت مولانا گنگوہیؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فتوے بھی موجود ہیں۔ البتہ علماء کو جس بات سے اختلاف تھا وہ یہ

تھی کہ مذہب و دینیات سے الگ رہ کر جو تعلیمی کھڑاگ رچایا جائیگا اس کے برگ و بار انتہائی نقصان دہ ہوں گے، اور قوم اپنے مرکز سے دور ہو جائیگی۔

تعصب و ہٹ دھرمی سے الگ تھلگ ہو کر اگر علماء کی اس بات کو دیکھا جائے تو آج وہ سو فیصد درست ثابت ہو گی۔

بہر حال بات ان فتنوں کی ہو رہی تھی جو متاعِ ایمان و اسلام کو مٹانے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ لیکن دیوبند اور اس کے فرزندوں نے جس طرح ایک ایک فتنہ کے سامنے بند باندھا وہ تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جسے جھٹلانا کسی کے بس میں نہیں۔

انگریزی مشنری۔ آریہ سماجی، مرزائی منکرینِ حدیث دشمنانِ صحابہ اور اہل بدعت کی تمام ترکتازیوں کے جواب میں قلمی اور لسانی جہاد اس تحریک کے خدام نے کیا۔ اور ہر ایک کو منہ کی کھانی پڑی۔ الحمد للہ۔

بانئ دار العلوم کے وہ مناظرے اور قلمی کاوشیں جو آریہ سماج کے خلاف ہوئیں ایک ریکارڈ ہے جسے تاریخ نے محفوظ کر دیا ہے۔ عیسائیت کی بات آتی ہے تو مولانا رحمت اللہ کیرانوی ڈاکٹر وزیر آغا۔ مولانا ابوالمنصور وغیرہ کی خدمات سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

مرزائیت کے خلاف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے اس کے بعد حضرت العلام محمد انور شاہ کشمیری کا قلمی جہاد، پھر آپ نے اپنے شاگردوں مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری مولانا بدر عالم میرٹھی مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا محمد یوسف بنوری کو تصنیفی میدان میں لگا دیا۔

مجلس احرار اسلام جس کے وارث کے طور پر آج مجلس تحفظ ختم نبوت موجود ہے کو حضرت شاہ صاحب نے اس محاذ پر کھڑا کیا پھر مجلس کے خدام نے جن میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین، مولانا لال حسین اختر اور مولانا محمد حیات فاتح قادیان وغیر شامل ہیں، نے اس محاذ پر جو کام کیا وہ تاریخ کے انمٹ نقوش ہیں۔

۵۳ء کی تحریک ختم نبوت ہو یا ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اسی مادر علمی کے فرزندوں نے ان میں ہراول دستے کی حیثیت سے کام کیا۔ آج مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے امیر مولانا محمد یوسف بنوری کی قیادت میں مجلس عمل کے پلیٹ فارم پر ساری دنیا کو اکٹھا کر کے تحریک منظم کی، اسمبلی کے باہر حالات پر کنٹرول کیا تو یہ انہی مرحوم بزرگوں کی قربانیوں کا ثمر تھا اور اسمبلی کے اندر مجھ جیسے ناچیز سے جو کام ہوا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل اور اپنے اسلاف کی توجہات کی برکت سے تھا۔

علاوہ ازیں مجلس کا بیرون ملک۔ یورپ، افریقہ مشرق وسطیٰ انڈونیشیا اور دوسرے مقامات

پر مرزائیت کا تعاقب جاری ہے اور الحمد اللہ خاطر خواہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔

اس مرحلہ پر یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے مرزائیت کے خلاف جو آواز بلند کی تو وہ بھی حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کی نظر کرم کا صدقہ تھی اور ۳۵ء کے مقدمہ بھاولپور میں اہل اسلام کو مرزائیوں کے مقابلے میں کامیابی بھی محدث کاشمیری کی جدوجہد سے ہوئی۔ منکرین حدیث و معجزات کا فتنہ ہے تو سرسید سے لے کر غلام احمد پرویز تک ایک ایک علمبردار فتنہ کو اپنی موت آپ سلانے والے یہی اکابر ہیں۔ دیال سنگھ کالج کے جلسہ میں قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کی پرویزیت کے قلعے پر بمباری اور پھر تمام اکابرین کا متفقہ فتویٰ کہ پرویز کافر ہے کل کی بات ہے۔

ملک کے ایک معقول حصے میں سبائیت کے اثرات کا قلع قمع کرنا اور لکھنؤ میں حق صحابہ کر منوانا مجلس صحابہ کو منوانا مجلس احرار کی قربانی کا نتیجہ ہے جو اس شجرۂ طیبہ کی ایک ٹہنی تھی اور آج بھی اس میدان میں جو افراد اور جماعتیں سرگرم عمل ہیں اور سبائیت کے اثرات سے ملت کو بچانے کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں وہ بھی حضرت نانوتویؒ اور دوسرے اکابرین دیوبند کی معنوی اولاد ہیں۔

اہل بدع و ہوا جو ایک طرف بدعات و رسومات جاہلیت کی وجہ سے اسلام کے چشمۂ صافی کو گدلا کر رہے تھے تو دوسری طرف "اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام" جیسی کتابیں لکھ کر اور انگریزی فوج میں شامل فوجیوں کو ترکوں کے مقابلہ میں تعویذ دے کر ملت سے غداری کر رہے تھے، کا مقابلہ کیا اور اب تک کیا جا رہا ہے۔ جدید تعلیم کے نام پر جو تحریک چلائی گئی اور جس کیلئے ملک بھر کے وڈیروں نے دورے کئے اور انجمن ہائے اسلامیہ قائم کیں، یا دوسرے ناموں سے انجمنیں قائم کیں ان کے مضر اور منفی اثرات سے خلق خدا کو آگاہ کیا اور دینی علوم کی اشاعت عقائد اسلامیہ کے تحفظ کے لئے وسیع پیمانے پر مدارس قائم کئے جن میں ابتدائی، وسطانی اور فوقانی ہر درجے کے مدارس بنائے اور خلق خدا کو فیض یاب کیا۔ ان مدارس کی خوبی یہ تھی کہ سرکاری اثرات سے آزاد رکھ کر محض غریب عوام کے مخلصانہ چندوں سے ان مدارس کو چلایا گیا اور طلباء کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچا کر انہیں علم کی روشنی سے منور کیا گیا اور اب تک کیا جا رہا ہے۔ اس وقت صرف پاکستان میں ہزاروں چھوٹے بڑے مدارس ہیں جو دین کی خدمت میں مشغول ہیں (۱) اس کے علاوہ دیوبند نے جو سب سے بڑا کام کیا وہ ہے غیر ملکی سامراج کا خاتمہ اور ملک کو آزاد کرنا۔

---

(۱) الحمد اللہ دارالعلوم دیوبند کے فیض سے برصغیر بالخصوص ہندوستان کے ہر گوشے میں مدارس دینیہ قائم ہیں جو اپنی اپنی بساط کے مطابق دینی علوم و معارف کی تعلیم و تدریس کے ساتھ دین حق کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا کامیاب مقابلہ کر رہے ہیں

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جب سے انگریز نے ملک میں قدم رکھا اس وقت سے جو حضرات اور طبقہ انگریز کے خلاف سرگرم عمل تھا وہ یہی طبقہ تھا اور اسی طبقہ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ جس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ سرفہرست ہیں۔ حضرت نانوتویؒ، مدرسہ کے بانی، حضرت گنگوہیؒ سرپرست تھے اور ان کے محبوب ترین شاگرد حضرت شیخ الہند قدس سرہ تھے جو دیوبند کے پہلے طالب علم تھے۔ حضرت شیخ الہند نے فراغتِ علم کے بعد مدرسہ میں تدریس اختیار کر لی اور ابتداء میں جب آپ مدرس ہوئے تو آپ کی حیثیت یہ تھی کہ مدرس چہارم تھے۔ اور بڑھتے بڑھتے سلسلہ وہاں تک پہنچا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ کے بعد مدرس اول ہو گئے۔ آپ کا طویل دور تدریس امتیازی شان کا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں حضرت امامنا الہمام امام ابو حنیفہؒ کی شاگرد ملے اور پھر آپ کی فہرست دیکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضرت مدنیؒ حضرت سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا منصور انصاریؒ مولانا محمد سہول بھاگلپوریؒ مولانا فضل ربی افغانستانیؒ مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خانصاحبؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، میاں اصغر حسین صاحبؒ، مولانا محمد صادق کراچوی رحمہم اللہ تعالیٰ مولانا عزیر گلؒ جیسی نادر روزگار شخصیتیں آپ کو نظر آئیں گی اور یہ فہرست اصل کا دسواں حصہ بھی نہیں۔

خدام میں چند بزرگ جو میدان رزم میں سامنے نہیں آئے لیکن انہوں نے اور دوسرے عبارات سے جو خدمت کی وہ اپنی مثال آپ ہے مثلاً ہزار کتابوں سے زائد کے مصنف حضرت تھانوی قرآن کے مفسر اور حدیث کے شارح مولانا عثمانی امام المعقولین مولانا محمد ابراہیم اور مولانا رسول خاں صاحب وغیرہ باقی اکثر حضرت کے مشن کے مطابق میدان رزم میں آئے اور شیخ کی ہدایات کے مطابق سب کام کیا۔ ان حضرات کو حضرت نے جہاں اور جس ڈیوٹی پر متعین کیا انہوں نے وہاں کام کرنا سعادت سمجھا۔ مولانا مدنی قدس سرہ جو حدیث کے بہترین اسکالر اور مجاہد انسان تھے حضرت کے مشن کے لئے ایک عرصہ تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے جیسا کہ الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر کے مضمون کے مطابق علامہ سید انور شاہ کاشمیری کے سوال کے جواب میں حضرت کا ارشاد موجود ہے۔

ہدایت کردی جائے کر وہ اپنی قوم کے نظام اور اپنی حکومت کے آئین کو برہم نہ کریں، جس طرح ہندوستان میں دیوبندی جماعت مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے ساتھ بالاضطرار منازعت میں مبتلا ہوگئی ہے، کوشش کی جائے کہ یہ جھگڑے دریائے سندھ سے اُدھر نہ پھیلنے پائیں۔

نیز مدرسہ دیوبند کے لئے ضروری ہے کہ مکہ معظمہ کے مرکز کے توسط سے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ اپنا ربط زیادہ مستحکم کرتا رہے، نیز اضطراری حالات کو چھوڑ کر مدرسہ دیوبند کو چاہئے کہ حکومت انگریزی کے مصالح سے غیر جانبداری اختیار کرے۔

مدرسہ دیوبند کی تاریخ کا پہلا دور مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات پر ۱۳۲۳ھ میں ختم ہو ہے، اس چہل سالہ دور کا سب سے بڑا کارنامہ علمی تحریک کی توسیع اور مرکزی فکر کی حفاظت ہے اس عہد میں مدرسۂ دیوبند کی علمی تحریک اطراف ہند سے نکل کر افغانستان و ترکستان اور حجاز اور قازان تک پہونچ گئی اس اثنار میں دیوبند کے مرکزی فکر پر جس قدر بھی حملے ہوئے خواہ وہ نصاریٰ اور ہنود کی طرف سے ہوں یا شیعہ و مبتدعین کی طرف سے، یا نجدی و یمنی ذوق رکھنے والے نوجوانوں کی طرف سے، ان میں سے اکثر اعتراضات کے جوابات محققانہ اور مجادلانہ تیار ہو گئے۔

یہ مدرسۂ دیوبند کے پہلے دور کا کارنامہ ہے، مدرسہ دیوبند کا دوسرا دور ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی شیخ الہند کی صدارت سے شروع ہوا اور ۱۳۳۹ھ میں ان کی وفات پر ختم ہوا، اگر امام عبدالعزیز کی وفات پر ۱۲۳۹ھ میں حزب ولی اللہ کا پہلا دور ختم کردیا جائے اور امام ولی اللہ کے کام کی ابتداء ۱۱۴۴ھ سے پانچ سال پہلے جب کہ انھوں نے ترجمۂ قرآن لکھنا شروع کیا تھا مان لیا جائے تو حزب ولی اللہ کا پہلا دور بھی سو سال کا بن جاتا ہے۔ اور دوسرا دور بھی پورے سو سال کا قرار پاتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کے دوسرے دور میں سب سے پہلے مولانا شیخ الہندؒ نے مدرسہ کے پڑھے فارغ شدہ عالموں کو جمعیت انصار میں جمع کرنا شروع کیا اس طرح دیوبندی نظام کی تعلیم یافتہ جماعتوں کی ساری اجتماعی طاقت منظم ہوگئی اور اس نظام میں جس طرح ہندوستان کے علماء داخل ہوئے اسی طرح افغانستانی اور ترکستانی علماء بھی شامل ہوگئے نیز درجہ تکمیل جواب تک

غیر منظم صورت میں تھوڑے سے افراد پر مشتمل تھا، اس کے قواعد وضوابط منضبط ہو گئے، اور مولانا شیخ الہند نے امام ولی اللہ اور مولانا قاسم کی کتابوں کو اس درجہ کی تعلیم کا لازمی عنصر قرار دیا۔ علاوہ ازیں مدرسہ دیوبند کو دارالعلوم کے درجہ تک پہنچایا گیا اور دارالحدیث کو اس کی مرکزی درسگاہ (کالج) قرار دیا گیا۔

مدارس عربیہ کے لئے خوشخبری

مدارس اسلامیہ وعربیہ کے ذمہ داران کو جان کر خوشی ہوگی کہ دارالعلوم دیوبند میں سال گذشتہ نصاب تعلیم پر غور وخوض کے دوران جو چند کتابیں از سرنو ترتیب یا تصنیف کے لئے تجویز کی گئی تھیں، وہ اب شائع ہو گئی ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(۱) مبادی الفلسفہ عام قیمت -/۱۶ تالیف حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری

(۲) تسہیل الاصول عام قیمت -/۱۸ تالیف حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب و حضرت مولانا ریاست علی صاحب

(۳) مفتاح العربیہ (حصہ اول) عام قیمت -/۲۸ تالیف حضرت مولانا نور عالم صاحب مدیر الداعی

(۴) مفتاح العربیہ (حصہ دوم) عام قیمت -/۴۰ تالیف حضرت مولانا نور عالم صاحب مدیر الداعی

(۵) منتخبہ قصائد دیوان متنبی عام قیمت -/۵۰

(۶) باب الادب دیوان حماسہ عام قیمت -/۲۶

نوٹ: ان تمام کتابوں پر رعایت پچاس فیصدی ہوگی

نصاب کی خامی یا خوبی؟

جہاں تک
دینی مدارس کے نصاب کا تعلق ہے اس میں اس
کے سوا کوئی خامی نہیں کہ سرکاری حلقوں میں اس نصاب کو شرفِ
پذیرائی حاصل نہیں، یہ اپنی اپنی نظر ہے کہ اس کو خامی تصور کیا جائے؟ یا خوبی؟ ہماری
دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ یہ اس نصاب کی خامی نہیں بلکہ خوبی ہے ۔ جو نصاب تعلیم سرکاری
تعلیم گاہوں میں نافذ ہے ایک جہان کا جہان اس سے استفادہ کرکے اپنی دنیا بنا رہا ہے اور ہزاروں میں ایک
آدھ فرد ایسا ہے جو دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے ذریعہ اپنے دین کو سیکھنا اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتا ہے۔
اگر مجوزہ سرکاری منصوبے کے مطابق دینی مدارس میں بھی وہی نصاب تعلیم جاری کر دیا جائے جس کی افراط بدہضمی کی حد تک پہنچ
گئی ہے (اور جدید تعلیم گاہوں کے ہزاروں افراد اچھی اچھی ڈگریوں کا پشتارہ لئے بے روزگاری کی وادی تیہہ میں
سرگرداں ہیں) تو اسکے معنی یہ ہوئے کہ ہزاروں میں سے ایک فرد جو دین سیکھنے کیلئے دینی مدارس کو قبلۂ توجہ بناتا
تھا اس کیلئے بھی کوئی پناہ گاہ باقی نہیں رہیگی ۔ اسلئے دینی مدارس کو جدید تعلیم گاہوں میں ڈھالنے
کے بجائے یہی بہتر ہے کہ ان مدارس کو انکے حال پر رہنے دیا جائے اور جو لوگ سرکاری
مراعات کے خواہشمند ہوں ان کو مشورہ دیا جائے کہ

وہ
دینی مدارس
کے بجائے جدید تعلیم گاہوں
سے استفادہ کریں دینی مدارس کو
جدید تعلیم گاہوں میں تبدیل کرکے ان کی
ماہیت بدل دینا علماء کرام کا ایک ایسا جرم
ہوگا جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی ۔ (مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی)

نصابِ تعلیم

مع

نظامِ تعلیم و تربیت

دارالعلوم دیوبند

منظور شدہ

کل ہند اجتماع مدارس اسلامیہ عربیہ

دارالعلوم دیوبند

منعقدہ ۲۰،۲۱،۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حامداً ومصلیا ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حصولِ علم کی جو تاکید فرمائی تھی اس کی وجہ سے قرنِ اول سے آج تک برابر امتِ مسلمہ علم کی شمع پر پروانہ وار نثار ہوتی رہی ہے، ہندوستان میں بھی ہر دور میں اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کا خاص اہتمام کیا گیا اگرچہ مورخین نے عام طور پر ان کوششوں کی تفصیل ذکر نہیں کی لیکن تاریخ میں ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ اسی ہندوستان کے ایک شہر میں چار سو اور دوسرے ایک شہر میں ایک ہزار اسلامی مدارس قائم تھے۔

ان اسلامی مدارس میں بنیادی طور پر جن علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی ان میں صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، حدیث، اصول حدیث، تفسیر اور اصول تفسیر شامل تھے، کبھی ان فنون کے ساتھ ہیئت، حساب، اقلیدس، طب، انشاء، فرائض، اخلاق، تصوف، مناظرہ وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور ان فنون کی تعلیم کے لئے بعض کتابیں بھی منتخب کرلی گئی تھیں

مسلمانوں کا علمی سفر اسی انداز پر جاری تھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے معاصر ملا نظام الدین انصاری رحمہ اللہ نے اپنے مدارس کا نظام کا سامنے رکھ کر ان فنون سے متعلق بہ نغز کتابوں کا انتخاب کرکے ایک ایسا نصاب تعلیم مرتب کردیا کہ آئندہ آنے والوں کیلئے پتھر کی لکیر بن گیا اور ہندوستان کے دینی مدارس میں بالعموم اس کو قبول کرلیا گیا۔

مقصدِ تاسیس اور نصابِ تعلیم

تعلیم گاہوں میں نصاب تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہئے لیکن یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ تمام تعلیم گاہیں اپنے مقاصد کو سامنے رکھ کر نصاب مرتب کرتی ہیں۔ دار العلوم دیوبند اپنے قیام کے پس منظر میں صرف ایک تعلیم گاہ نہیں ہے بلکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے سقوط کے بعد اسلام کو نیست و نابود کرنے کی سازشوں کے درمیان اسلام اور مسلمانوں کی بقاء و تحفظ کے لئے اس کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اس مقصد عالی کو حاصل کرنے کے لئے تعلیم کو ذریعہ بنایا گیا ہے اور اس کے لئے ایک نصابِ تعلیم جسے درس نظامی کہتے ہیں قدرے تغیر کے ساتھ نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس نصابِ تعلیم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والوں میں دقتِ نظر اور قوتِ مطالعہ پیدا ہو جاتی ہے یعنی اگر ذہین محنتی اور باذوق طالب علم اس نصاب تعلیم کو ذوق و شوق اور تحقیق کے ساتھ ختم کر لیتا ہے تو اس کو اگر چہ فراغت کے ساتھ ہی کسی فن میں تحقیق کا درجہ حاصل نہیں ہوتا لیکن اس میں یہ صلاحیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ آئندہ اپنی جد و جہد اور مطالعے سے جس فن میں چاہے کمال پیدا کر سکتا ہے۔

اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس نصاب تعلیم نے ماضی قریب تک شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی نصاب تعلیم سے ایسے ایسے نابغۂ روزگار علماء پیدا ہوئے ہیں جن کے رسوخ فی العلم، مقام تحقیق اور کمال علمی کا پورے عالم اسلام نے اعتراف کیا ہے۔ اگر صرف ایک نسل پہلے حضرت شیخ الہند کے تلامذہ پر نظر ڈالی جائے تو علمائے کبار و مشاہیر فن میں کی ایک ایسی جماعت نظر آئے گی جس کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔

لیکن افسوس کہ عصر حاضر میں طلبہ میں حصول علم کے لئے وہ تڑپ اور محویت اور شمع علم پر پگھلنے کے لئے وہ سوز و گداز نہیں ہے جس کی علمی کمالات حاصل کرنے کے لئے ضرورت تھی، دوسرے یہ کہ تمام عربی مدرسوں میں ایسے اساتذہ بھی موجود نہیں ہیں جنھیں پیش رو مدرسین کا انداز تدریس حاصل ہو۔ پیش رو مدرسین کا انداز تدریس یہ تھا کہ وہ

کتابی خصوصیات پر زیادہ زور نہیں دیتے تھے بلکہ زیر درس کتاب کو ذریعہ بنا کر اصل فن کی تعلیم پر قابو یافتہ تھے۔ لیکن اس دور قحط الرجال میں ایسے مدرسین کم یاب ہی نہیں نایاب ہیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ نصابِ تعلیم کی شاندار کارکردگی کے عہد میں بھی تبدیلی کے مطالبات ہوا کرتے تھے اور اسی لئے حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی تقریروں میں نصابِ تعلیم میں تبدیلی کے لئے مقاصد سے ہٹ کر دئے جانے والے مشوروں کا جواب دیا گیا ہے۔

اور اب تو یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ اسباب کچھ بھی ہوں۔ کہ نصابِ تعلیم کی کارکردگی اتنی شاندار نہیں ہے اس لئے نصاب میں تبدیلی کی آواز میں قوت پیدا ہو گئی ہے۔ موجودہ صحافت اور ذرائع ابلاغ نے نصابِ تعلیم پر غور و فکر کو ایک منصوبہ بند تحریک کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔

اس لئے ضرورت داعی ہوئی کہ ملک گیر پیمانہ پر اہل مدارس کا اجتماع بلایا جائے اور نصابِ تعلیم، نظامِ تعلیم و تربیت اور مشکلات مدارس وغیرہ موضوعات پر گفت و شنید کی جائے۔

چنانچہ ۲۰/۲۱/ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ کو دارالعلوم دیوبند میں ہندوستان کے کلیدی مدارس کا نمائندہ اجتماع منعقد کیا گیا اور اس موقع پر مجلس تعلیمی دارالعلوم کا جزوی ترمیم کے بعد مرتب کردہ آٹھ سالہ نصاب تعلیم درجات عربیہ، شرکاء میں تقسیم کیا گیا اور اس بارے میں جو آراء موصول ہوئیں ان کی روشنی میں نصاب کمیٹی نے اپنی مختلف مجلسوں میں نصاب پر نظر ثانی کی اور شعبۂ دینیات اردو، فارسی کا پانچ سالہ نصاب بھی مرتب کیا۔ اس کے بعد نمائندہ نصاب کمیٹی میں اس پر نظر ثالث ہوئی۔ پھر کل ہند اجتماع مدارس عربیہ منعقدہ ۲۰/۲۱/۲۲/ جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ میں اتفاق رائے سے منظور کیا گیا۔ یہ وہی قدیم نصاب ہے جس میں مقصد سے ہم آہنگ بعض اہم جزوی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ نصاب کے ساتھ کل ہند اجتماع میں منظور شدہ نظام تعلیم و تربیت کو بھی شریکِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنے فضل و کرم سے نصابِ تعلیم اور مدارس عربیہ کو علوم دینیہ کی اشاعت میں کامیاب و فائز المرام رکھے اور ماضی کی طرح مسلمانوں کے علمی مستقبل کو درخشانی و تابانی عطا فرمائے (آمین)

(حضرت مولانا) مرغوب الرحمٰن (صاحب دامت برکاتہم)

آٹھ سالہ

نصابِ تعلیم

درجاتِ عربیہ

سالِ اوّل

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	سیرت	سیرت خاتم الانبیاء (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مع املاء و تحسین خط)
۲	صرف	میزان منشعب (فارسی یا اردو) بعدہ پنج گنج
۳	نحو	نحو میر (فارسی یا اردو) بعدہ شرح مأتہ عامل (ہر جملہ کی ترکیب الگ الگ کی جائے)
۵،۴	تمرین عربی	مفتاح العربیہ ۱-۲ اس کے بعد القراءۃ الواضحہ اول (تحریری مشق بھی کرائی جائے)
۶	تجوید	پارۂ عم حفظ، تصحیح مخارج کے ساتھ مشق ربع اول۔

ہدایات

(۱) تحسین خط اور تجوید کے لئے الگ گھنٹہ میں نظم کیا جائے

(۲) تحسین خط کے گھنٹہ میں طلبہ دس سے زیادہ نہ ہوں، طلبہ زائد ہوں تو جماعتیں متعدد بنائی جائیں۔

(۳) القراءۃ الواضحہ شرح کی روشنی میں پڑھائی جائے سال اول میں بھی اور سال دوم و سوم میں بھی

(۴) عربی سال اوّل میں صرف ان بچوں کو داخل کیا جائے جو درجہ پنجم دینیات کی استعداد کے حامل ہوں

سَال دوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
١	نحو	ہدایۃ النحو مکمل، بعدہ کافیہ بحث فعل و حرف۔ (کافیہ میں صرف حل عبارت پر اکتفا کیا جائے، طویل تقریروں سے احتراز کیا جائے)
٢	صرف	علم الصیغہ (اردو یا فارسی)، فصول اکبری (ثلاثیات)
٣	تمرین عربی	القراءۃ الواضحہ دوم مع تمرینات تا ختم محرم بعدہ نفحۃ الادب
٤	فقہ	نور الایضاح تمام بعدہ قدوری تا کتاب الحج
د	منطق	آسان منطق بعدہ مرقات
٦	تجوید	جمال القرآن مع مشق بقیہ پارہ عم
خ	خوشنویسی	خوش نویسی۔

سَال سوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
١	ترجمہ قرآن	ترجمہ قرآن (سورہ ق سے آخر تک، پہلے پارہ عم پڑھائیں پھر سورہ ق سے شروع کریں اور حل لغات نحو و صرف کی ضروری چیزوں اور ترجمہ پر اکتفا کریں)
٢	فقہ	قدوری از کتاب البیوع تا ختم
٣	نحو	شرح شذور الذہب مکمل
٤	عربی ادب وحدیث	نفحۃ العرب تا ختم [illegible] بعدہ [illegible] ذکاوۃ العرب اس کے بعد مشکوٰۃ الآثار تمام
٥	تمرین عربی و اسلامی انشاء	القراءۃ الواضحہ سوم مکمل مع تمرین [illegible] بعدہ تعلیم المتعلم مکمل القراءۃ الواضحہ سوم [illegible] دونوں ایک ہی استاذ سے متعلق کی جائیں
٦	منطق	شرح تہذیب مکمل
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء [illegible]
خ	مطالعہ	تاریخ ملت (خلافت راشدہ) اس کا امتحان بھی لیا جائے)

سالِ چہارم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	ترجمہ قرآن	ترجمۃ القرآن [illegible] سے سورۃ ق تک،
۲	فقہ	شرح وقایہ جلد اول مکمل بعدہ جلد ثانی تا کتاب العتاق،
۳	البلاغۃ والحدیث	دروس البلاغۃ مکمل بعدہ الفیۃ الحدیث از ابتداء تا کتاب العلم۔ بعدہ ابواب الزکوٰۃ تا ختم کتاب۔
۴	اصول فقہ	عربی رسالہ تسہیل الاصول، اسکے بعد اصول الشاشی مکمل۔
۵	منطق	قطبی مکمل۔
۶	تاریخ و فنون عصریہ	سال کے نصف اول میں خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ، خلافت ترکیہ (انتظام اللہ شہابی) سال کے نصف دوم میں مبادی علم ہیئت، جغرافیہ عالم، جغرافیہ جزیرۃ العرب۔
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے۔
		ہدایات: الفیۃ الحدیث کی تعلیم میں مشکل الفاظ کی تشریح اور مشکل ترکیب کے حل پر اکتفا کریں، [illegible] سے کام نہ لیں۔

سالِ پنجم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	فقہ	ہدایہ جلد اول مکمل
۲	ترجمہ قرآن	ترجمۃ القرآن، از ابتداء تا ختم سورۃ ہود
۳	معانی	مختصر المعانی فن اول مکمل، اسکے بعد تلخیص فن ثانی وثالث۔
۴	اصول فقہ	نور الانوار تا ختم کتاب اللہ بعدہ متن المنار از مباحث السنۃ تا ختم کتاب
۵	عربی ادب	مقامات [illegible] مقامے
۶	منطق وعقائد	سلم العلوم تا [illegible]، اسکے بعد [illegible] مکمل۔
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے [illegible] کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعہ	تاریخ سلاطین ہند، سلطان محمود غزنوی سے ۱۸۵۷ء تک (انتظام اللہ شہابی)، اس کا امتحان بھی لیا جائے [illegible] کوئی ایک گھنٹہ اس کیلئے مختص کیا جائے جس میں [illegible]

سالِ ششم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱-۲	تفسیر	تفسیر جلالین مکمل۔
۳	فقہ	ہدایہ جلد ثانی مکمل (بشمول کتاب العتاق)
۴	اصول تفسیر واصول فقہ	الفوز الکبیر، بعدہ حسامی مکمل۔
۵	عربی ادب	قصائد منتخبہ من دیوان المتنبی اسکے بعد دیوان الحماسہ کا باب الادب مکمل۔
۶	فلسفہ	مبادیٔ الفلسفہ بعدہ میبذی۔
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعۂ سیرت	اصح السیر (اس کا امتحان بھی لیا جائے اور ہفتہ میں ایک گھنٹہ اسکے لئے رکھا جائے جس میں کوئی استاذ طلبہ کی رہنمائی کریں)

سالِ ہفتم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱-۲ ۳	حدیث شریف	مشکوٰۃ المصابیح مع شرح نخبہ ومقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکوٰۃ شریف کے تین حصے ہوں حصہ اول تاختم کتاب الصلوٰۃ، اسی کے ساتھ پہلے مقدمہ شیخ عبدالحقؒ، پھر اسکے بعد شرح نخبہ مکمل۔ حصہ دوم از کتاب الزکوٰۃ تاختم کتاب الاشربہ۔ حصہ سوم از کتاب اللباس تاختم کتاب۔
۴،۵	فقہ	ہدایہ اخیرین
۶	عقائد فرائض	شرح عقائد مکمل بعدہ سراجی تا باب ذوی الارحام (شرح عقائد کو ابتدائی ایمان تک ختم کریں اسکے بعد سراجی پڑھائیں)
خ	تجوید	پانچ پاروں کا اجراء کرایا جائے اور ان کا امتحان بھی لیا جائے
خ	مطالعہ	المذاہب الاسلامیہ (اردو) شیخ ابو زہرہ مصری، اس کا امتحان بھی لیا جائے اور ہفتہ میں ایک گھنٹہ اس کیلئے خاص کیا جائے جس میں کوئی استاذ طلبہ کی رہنمائی کریں۔

سالِ ہشتم

دورۂ حدیث شریف

ساعت	فن	اسمائے کتب	
		بخاری شریف	مکمل
		مسلم شریف	〃
		ترمذی شریف	〃
		ابوداؤد شریف	〃
		نسائی شریف	〃
		ابن ماجہ شریف	〃
		طحاوی شریف	〃
		شمائل ترمذی شریف	〃
		مؤطا امام مالکؒ	〃
		مؤطا امام محمدؒ	〃
خ	تجوید و مشق	تجوید و مشق ۔	

ہدایات

① دورۂ حدیث شریف کی کتابوں میں تکرار مضامین و مباحث سے احتراز کیا جائے۔

② تمام کتابیں مکمل کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

تکمیلات

تکمیل تفسیر

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	تفسیر	تفسیر ابن کثیر سورۂ صٓفّٰت سے سورۂ نجم کے ختم تک ۔
۲	ر	تفسیر ابن کثیر سورۂ اقتربت الساعۃ سے آخر قرآن تک ۔
۳	ر	بیضادی آل عمران سے سورۂ اعراف تک ۔
۴	ر	بیضادی شریف سورۂ بقرہ
۵	اصول تفسیر	مناہل العرفان (مباحث منتخبہ) (مبحث نزول القرآن ، مبحث نزول القرآن علی سبعۃ احرف، مبحث جمع القرآن ، مبحث ترتیب آیات القرآن وسورہ مبحث التفسیر والمفسرین وما یتعلق بہما ، مبحث اسلوب القرآن مبحث اعجاز القرآن) سبیل الرشاد

تکمیل علوم

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	حکمت شرعیہ	حجۃ اللہ البالغہ
۲	علم کلام	مسامرہ (باضافہ فرق ضالہ ؛ معتزلہ ، خوارج ، شیعہ ، اور ان کی خصوصیات ، اور فرق کافرہ میں یہودیت ، نصرانیت اور ہندومت کا تعارف اور ان کی خصوصیات)
۳	اصول حدیث	مقدمہ ابن الصلاح ۔
۴	فقہ	الاشباہ والنظائر (کلیات فقہیہ)
۵	اصول فقہ	مسلّم الثبوت (باضافہ: البیان عند الاصولیین ، ماہیۃ تفسیر النصوص ، نظرۃ عامۃ فی التفسیر ومدارسہ فی القانون فی ضوء : تفسیر النصوص للدکتور محمد ادیب الصالح) سبیل الرشاد
۶		

تکمیل فقہ

ساعت	فن	اسمائے کتب
	فرائض	سراجی (تمرین کے ساتھ)
	افتاء	عقود رسم المفتی
	قواعد	الاشباہ والنظائر (الفن الاول والثانی)
		قواعد الفقہ ۱۹۳د فقہی اصول سبقاً سبقاً تمرین کے ساتھ)
	فقہ	رد المحتار (وہ ابواب جو کثیر الوقوع ہیں جیسے طلاق نکاح وقف قضاء وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں)
۶۰۵	افتاء	تمرین فتویٰ (فتویٰ نویسی اور اس کے طریقوں کی عملاً مشق کرائی جاتی ہے)

تکمیل ادب

ساعت	فن	اسمائے کتب
۱	نثر	اسالیب الانشاء
۲		النثر الجدید
۳	نظم	دیوان الحماسۃ (باب الحماسۃ والادب)
		سبعہ معلقہ (۲ معلقات)
۴	تاریخ	تاریخ الادب العربی (زیات)
۵	بلاغت	البلاغۃ الواضحۃ
۶	انشاء	انشاء عربی
۶	مطالعہ	حیاتی (احمد امین)، الایام (طٰہٰ حسین)، عبرات منفلوطی، [illegible]

تخصص فی الأدب العربی

١	النثر الجدید	(١) رجال من التاریخ (علی الطنطاوی) ص ١ تا ص ٤٠ (٢) من نفحات الحرم (" ") " ١ تا " ٥٠ (٣) حیاتی (أحمد أمین) " ١ تا " ٦٠ (امتحان سالانہ میں ان تینوں کتابوں کا ایک پرچہ ہوا کرے گا)
٢	النثر القدیم	(١) وفیات الأعیان (ابن خلکان) (منتخب تراجم) تراجم الامام احمد بن حنبلؒ، ابن القطان، الطحاوی، ابوحامد الأسفرائنی، ابوالحسن المحاملی، ابوبکر البیہقی، النسائی، القدوری، الحافظ ابونعیم، اخو الغزالی، ابن برہان، ثعلب النحوی، بدیع الزمان الہمدانی، جعفر الصادق (٢) کتاب البخلاء (الجاحظ) (الجزء الاول) قصۃ الکندی (٣) کلیلۃ ودمنۃ (ابن المقفع) باب الاسد والثور۔ ان تینوں کتابوں کا سالانہ امتحان میں ایک پرچہ ہوا کرے گا۔
٣	الانشاء العربی	الانشاء العربی - تعریب ترجمہ اور عربی مضمون نگاری کی مشق کرائی جاتی ہے۔
٤	التعبیرات المختارۃ	٢٠٠ منتخب عربی تعبیرات، جو کہ اخبارات ورسائل سے حروف تہجی کی ترتیب پر داخل طلبہ منتخب کرتے ہیں اور ان کی ایک کاپی سال کے آخر میں دفتر تعلیمات میں جمع کی جاتی ہے اسکی جانچ کے بعد نمبر دیے جاتے ہیں۔
٥	مقالہ نویسی	١٠٠ صفحات کا ایک عربی مقالہ کسی شخصیت پر یا علمی موضوع پر ١٥ شعبان تک دفتر تعلیمات دارالعلوم میں جمع کرنا ضروری ہوگا اور اس کی جانچ کے بعد نمبر دیے جاتے ہیں۔

التدریب علی الإفتاء

اسمائے کتب	فن	ساعت
مقدمہ درمختار، رسم المفتی وا وائل رسم المفتی (کی روشنی میں)	اصول فتاوی نویسی	۱
رد المحتار، البحر الرائق، فتح القدیر بدائع الصنائع، الفن الثالث من الاشباہ والنظائر سے کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق کتاب الوقف۔ کتاب الاجارہ، کتاب الاضحیہ کتاب الحظر والاباحۃ اور مسائل شتی للشامی کا مطالعہ کرایا جاتا ہے	ابحاث کا خلاصہ	۲،۳
کتب فتاویٰ کا تعارف، متداول کتب۔ فتاویٰ کی خصوصیات مثلاً انداز بیان، دلائل کی ترجیح، قول مختار کی تقدیم وتاخیر اور دوسری کتب سے امتیاز وغیرہ کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے	کتب فتاویٰ اور انکی خصوصیات	۴
فتاوی نویسی کی مشق کرائی جاتی ہے۔	تمرین فتاویٰ	۵،۶

درجہ تجوید و قراءات

	اسمائے کتب
روایت حفص اردو (دو سالہ)	مشق قصار مفصل ترتیلاً (تا سہ ماہی) بعدہ رکوعات مختلفہ (تا سالانہ) پارہ الم تدویراً .
سال اول	قواعد التجوید ازبر . بعدہ جمال القرآن . جامع الوقف . ایک منزل حدراً .
سال دوم	مشق اوساط مفصل ترتیلاً . بعدہ رکوعات مختلفہ پارہ ۲۸ ، ۲۹ ، تدویراً ، قرآن مکمل حدراً . فوائد مکیہ . معرفۃ الرسوم ۔ (نوٹ) مندرجہ بالا نصاب کی تکمیل کے بعد تصحیح قرآن کریم کا درجہ تصور کرتے ہوئے طالب علم کو مجاز قرار دیا جا سکتا ہے
روایت حفص عربی (دو سالہ)	مشق رکوعات مختلفہ نیز پارہ عم ترتیلاً . خلاصۃ البیان . تحفۃ الاطفال ، پارہ الم تدویراً ایک منزل حدراً
سال اول	مشق رکوعات مختلفہ بہ سہ طرق ، قرآن مکمل حدراً
سال دوم	مقدمۃ الجزریۃ . جامع الوقف . معرفۃ الرسوم
درجہ قراءت سبعہ (ایک سال)	التیسیر بعدہ شاطبیہ . رائیہ . مشق رکوعات فی الاختلاف اجراء قرآن مکمل ۔
درجہ قراءات عشرہ	مشق آیات مختلفہ . الوجوہ المسفرۃ . الدرۃ المضیئۃ . بعدہ طیبۃ النشر . اجراء ۔

نصاب تعلیم شعبۂ تحفیظ القرآن الکریم

سالِ اوّل

مضامین	کتب
حفظ	قرآن مجید از پارہ ۱ تا پارہ ۵
دینیات	تعلیم الاسلام (حصہ اول)
تجوید	مختصر قواعد تجوید
اسلامی تربیت	ماثورہ دعائیں۔

سالِ دوم

مضامین	کتب
حفظ	قرآن مجید از پارہ ۶ تا پارہ ۱۳
دینیات	تعلیم الاسلام (حصہ دوم)
تجوید	قواعد تجوید
اسلامی تربیت	ماثورہ دعائیں

سالِ سوم

مضامین	کتب
حفظ	قرآن مجید پارہ ۱۴ تا ۲۲
دینیات	تعلیم الاسلام (حصہ سوم)
تجوید	قواعد تجوید
اسلامی تربیت	ماثورہ دعائیں

سالِ چہارم

مضامین	کتب
حفظ	قرآن مجید از پارہ ۲۳ تا ۳۰ (حفظ مکمل)
دینیات	تعلیم الاسلام چہارم
تجوید	قواعد تجوید
اسلامی تربیت	ماثورہ دعائیں

سالِ پنجم

مضامین	کتب
حفظ	قرآن مجید (دور) (تا ششماہی ۲۰ پارے) (ششماہی تا سالانہ ۱۰ پارے)
تجوید	قواعد تجوید
اسلامی تربیت	ماثورہ دعائیں

عہ یہ دارالعلوم دیوبند کا فعال اور نہایت اہم تعلیمی شعبہ ہے اس شعبہ میں ۱۰ اساتذۂ کرام مصروف تعلیم ہیں۔ اس کا جو نصاب تعلیم یہاں درج کیا جا رہا ہے یہ متوسط ذہن کے طلبہ کی رعایت سے تخمینی نصاب ہے۔ اعلیٰ ذہن کے طلبہ دو سال ہی میں قرآن پاک کا حفظ و دور مکمل کر لیتے ہیں

نصابِ شعبۂ خوش خطی دارالعلوم دیوبند

الف:- پہلے تین ماہ (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم)

۱:- الف کی پوری تختی کی مشق۔

۲:- تمام حروف کی ("الف" تا "یے") پیمائش اور نظری معلومات۔

۳:- خط نستعلیق کی وضاحت اور تعارف۔

(ب) دوسرے تین ماہ (صفر، ربیع الاوّل، ربیع الثّانی)

۱:- مرکبات اور قطعات کی (اعجاز رقم) سے مکمل مشق۔

۲:- کتابت کے ابتدائی خطوط کا تعارف۔

۳:- کتابت کی اصطلاحات سے مکمل واقفیت اور نظری معلومات۔

۴:- ہندوستان میں خط نستعلیق کا ارتقاء۔

۵:- ہفتہ میں ایک بار املاء لکھنا۔

(ج) تیسرے تین ماہ (جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ، رجب)

۱:- سادہ کاغذ، لیتھو اور آفسیٹ کے کاغذ پر خفی قلم سے عبارت کی مشق۔

۲:- نظم، غزل، متن، اقتباسات اور حاشیہ کو سمجھتے ہوئے مکمل مشق۔

۳:- کتابت سے متعلق تمام معلومات مثلاً مسطر بنانا، مسطر رنگنا، صفحات ڈالنا، مسطروں کے سائز، لیتھو اور بلاک آفسیٹ کی کتابت اور سائز میں فرق وغیرہ کی معلومات

۴:- کتابت کے لئے ضروری سامان کی معلومات

۵:- کتابت شدہ صفحات کو محفوظ رکھنے کے طریقے اور سلیقے کی مکمل معلومات اور اغلاط کو درست کرنے کے طریقے۔

۶:- کتابت کے خطوط کی مختصر تاریخ اور اس کا ارتقاء۔

۷:- ہفتہ میں ایک بار معیاری املاء لکھنا۔

نوٹ:- مستقل امدادی وغیر امدادی طالب علم کو ایک سال میں مندرجہ بالا نصاب کو پورا کرنا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصابِ تعلیم شعبۂ دینیات اُردو و فارسی

:- منظور شدہ :-

کل ہند اجتماع مدارسِ عربیہ

منعقدہ :- ۲۰ / ۲۱ / ۲۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

درجۂ اطفال

① حروف شناسی بذریعۂ قاعدہ بغدادی
② قاعدۂ نورانی مکمل
③ پہلا ۔ دوسرا کلمہ حفظ
④ بنیادی عقائد از تعلیم الاسلام
⑤ گنتی سَو تک لکھنا ۔ پڑھنا ۔
⑥ تختی لکھنا (روزانہ)

درجۂ اوّل

نمبر شمار	مضامین	
①	قرآن شریف	پارۂ عم و الم ناظرہ تا سُورۂ فیل حفظ (بترتیب معکوس)
②	اُردو	اُردو کا قاعدہ، تختی پر لکھنے کی مشق ۔
③	دینیات	تعلیم الاسلام حصہ اوّل
④	حساب	۱۰ تک پہاڑے ۔ جمع ۔ تفریق
⑤	عملی مشق	تین کلمے حفظ، وضو، نماز کی عملی مشق ۔

درجۂ دوم

نمبر شمار	مضامین	
①	قرآن مجید	از پارہ تین تا پارہ آٹھ، ناظرہ تا سورۃ الشمس حفظ
②	دینیات	دینی تعلیم کا رسالہ ۲ و ۳ نقل و آسان املا از کتاب
③	ھندی	گیان بھارتی ۱ حروف و ماترا شناسی از کتاب
④	جغرافیہ	سرل ایٹلس یعنی اصطلاحات جغرافیہ
⑤	حساب	بیسک حساب اُردو اوّل، ۳۰ تک پہاڑے
⑥	عملی مشق	پانچوں کلمے حفظ، وضو و نماز کی عملی مشق

درجۂ سوم

①	قرآن مجید	قرآن پاک از پارہ ۹ تا پارہ ۲۰ ناظرہ تا سورۃ انشقاق حفظ
②	تاریخ اسلام	تاریخ اسلام حصہ اوّل (مولانا محمد میاں صاحبؒ)
③	دینیات	دینی تعلیم کا رسالہ ۴ و ۵ املا از کتاب
④	قواعد اُردو	قواعدِ اردو حصہ اوّل (نثار بیگ)
⑤	جغرافیہ	جغرافیہ ضلع سہارنپور، بذریعہ نوٹس (ہر علاقہ میں اسی ضلع کا جغرافیہ پڑھایا جائے)
⑥	ھندی	گیان بھارتی ۲ نقل از کتاب
⑦	حساب	بیسک حساب اُردو ۲
⑧	فارسی	آمدنامہ مع معنیٰ مصادر و مضارع
⑨	انگلش	حروف شناسی و انگلش گنتی،
⑩	عملی مشق	چھ کلمے حفظ وضو نماز کی عملی مشق و دعائے نماز جنازہ

درجۂ چہارم

نمبر شمار	مضامین	
۱	قرآن مجید	از پارہ عـ۲۱ تا ختم قرآن شریف، پارۂ عم مکمل حفظ
۲	قواعد فارسی	صرف ونحو از تیسیر المبتدی
۳	ادب فارسی	رہبر فارسی
۴	تاریخ اسلام	تاریخ اسلام حصہ عـ۲ (مولانا محمد میاں صاحبؒ)
۵	دینیات	دینی تعلیم کا رسالہ عـ۲ و عـ۷ املا از کتاب
۶	ادب اُردو	تحفۂ ادب
۷	جغرافیہ	جغرافیہ اترپردیش بذریعہ نوٹس (ہر صوبہ میں اسی صوبہ کا جغرافیہ داخل کیا جائے)
۸	ہندی	گیان بھارتی عـ۳ املا از کتاب
۹	انگلش	انگلش پرائمر لکھنے کی مشق
۱۰	حساب	بیسک حساب عـ۳
۱۱	سائنس	سائنس آؤ کر کے سیکھیں حصہ اوّل

درجۂ پنجم

نمبر شمار	مضامین	
۱	اَدب فارسی	گلستاں باب اوّل بوستاں دربیان قناعت باب عـ۶
۲	قواعد فارسی	فارسی کا معلّم
۳	معلومات عامہ	معلومات عامہ
۴	ادب اردو	اصنافِ ادب اُردو بذریعہ نوٹس۔ اردو خطوط نویسی و املا
۵	ہندی	گیان بھارتی حصہ عـ۴ املا از کتاب
۶	تاریخ اسلام	تاریخ اسلام عـ۳ (مولانا محمد میاں صاحبؒ)
۷	تاریخ اکابر دار العلوم	مشاہیر دار العلوم بذریعہ نوٹس {اس نام کی مستقل کتاب مرتب کیجائے اور نوٹس کے بجائے کتاب پڑھائی جائے}
۸	جغرافیہ	جغرافیہ ہندوستان بذریعہ نوٹس
۹	انگلش	گولڈن انگلش ریڈر عـ۱ نیو لائٹ عـ۱
۱۰	حسَاب	بیسک حسَاب اُردو عـ۴
۱۱	سَائنس	سائنس آؤ کر کے سیکھیں حصَہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظامِ تعلیم وتربیت

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ! امّا بعد۔ مدارس عربیہ کو اپنے مقاصدِ تاسیس میں کامیابی کے لئے تعلیم سے کہیں زیادہ تربیت پر زور دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر تربیت میں کمی رہ گئی تو بعید نہیں کہ علم کا استعمال ان مقاصدِ عالیہ کیلئے نہ ہو سکے جو مدارس عربیہ کا نصب العین ہیں۔ پھر یہ کہ حصولِ علم میں بھی تربیت کا بڑا دخل ہے، اگر علم کی پرورش اس کے ساتھ، مقاصدِ عالیہ سے ہم آہنگ کرنے کی جدوجہد میں کامیابی حاصل ہو جائے تو شمعِ علم پر پروانہ وار نچھاور ہونے اور مقصد کیلئے انتھک کام کرنے کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔

ہمارے اسلاف واکابر کی زندگی میں علم وفن کی فضائے لامحدود میں بلند پروازی کی صفت کے ساتھ، علم کے تقاضوں پر پورا اور مخلصانہ عمل کرنے کا جوہر بھی نمایاں ہے۔ اس لئے استفادہ کرنے والے طلبہ کے لئے تو وہ اسوۂ حسنہ تھے ہی مگر اس کے علاوہ وہ عام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی پیشوائی بھی کرتے تھے۔

بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ جس طرح ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے ہمارے اسلاف واکابر نے بھی ہمیں ایک مزاج دیا ہے، یہ مزاج قرآن کریم سے مستفاد ہے، تفقہ اور انذار، تفقہ کے معنیٰ میں علم کی گیرائی وگہرائی، اور انذار کے وسیع مفہوم میں امر بالمعروف نہی عن المنکر، اسلامی اقدار کی حفاظت، صحیح عقائد کی اشاعت اور ان اوصاف کو دوسری نسل میں منتقل کرنے کی جدوجہد شامل ہے۔

ان تمام کاموں کے لئے صرف سبق پڑھانے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اکابر نے اس مزاج کو پیدا کرنے، اس کو طاقت پہنچانے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کی روح کو بیدار کرنے کیلئے پوری زندگی کو وقف کر دیا۔

ہمارے اکابر کی نشست و برخاست، گفتگو، رہن سہن اور ان کی مجلسیں سب ہی طلبہ کی زندگی پر اثر انداز ہوتی تھیں اور تربیت کا باقاعدہ نظام نہ ہونے کے باوجود وہ منظم پروگرام سے کہیں زیادہ آسانی کے ساتھ طلبہ کی تربیت میں کامیاب تھے۔

افسوس کہ ہماری نئی نسل تربیت سے محرومی کی بنیاد پر علم میں کمزور اور مقاصد سے دور ہوتی جارہی ہے، حصولِ سند اور حصولِ معاش کے ذہن سے تعلیم حاصل کرنے والوں کی کثرت، ہمارے تربیت میں ناکام ہونے کی علامتیں ہیں، طلبہ کے درمیان طرح طرح کی برائیوں کے واقعات روز افزوں ہیں، اگر حالات کو سنجیدگی سے قابو میں رکھنے کی کوشش نہیں کی جائے گی تو مدارس عربیہ کا ماحول بھی جدید تعلیم گاہوں کے ماحول کی طرح پاکیزہ اخلاق کی تربیت کے لائق نہیں رہ پائے گا۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اس زمانہ میں علم کا پھیلاؤ بہت ہے۔ مدارس کی تعداد روز افزوں ہے۔ طلبہ کی تعداد ماضی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے، مگر علمی اعتبار سے جو انحطاط آیا ہے اس کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ہمارے کاموں میں اخلاص کی رُوح نہیں، اور نہ ہمارے اندر اسلاف کی وراثت کو دوسری نسل میں منتقل کرنے کی لگن ہے۔

اس لئے شدید ضرورت ہے کہ ہم محض ماحول پر اعتماد نہ کرتے ہوئے مدارس عربیہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا باقاعدہ نظام قائم کریں، کل ہند اجتماع مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند منعقدہ ۲۰؍۲۱؍۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ نے تعلیم و تربیت کا جو پروگرام پیش کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور جہاں ضرورت ہو اس کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

(حضرت مولانا) مرغوب الرحمٰن (صاحب دامت برکاتہم)
مہتمم دارالعلوم دیوبند

نظامِ تعلیم و تربیت

منظور شدہ

کل ہند اجتماع مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند

منعقدہ ۲۰/۲۱/۲۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

نظامِ تعلیم

(۱) دورانِ تدریس اختصار کے ساتھ کتاب حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ کتاب کے مشکل مقامات حل کرنے میں پوری توجہ سے کام لیا جائے، مشکل مقام کی تحقیق میں حل پیش کرنے والے مصنفین اور اسلاف کا حوالہ دیا جائے، طلبہ کو مآخذ سے روشناس کرانیکا اہتمام کیا جائے اور غیر ضروری بحثوں سے احتراز کیا جائے۔

(۲) نصاب کی تکمیل کرائی جائے۔ تدریس میں یکسانیت ہو، ماہانہ، سہ ماہی اور ششماہی مقدار خواندگی مقرر کی جائے۔

(۳) جس استاذ کو جس فن سے زیادہ مناسبت ہو تدریس کے لئے اسی فن کی کتاب اس کے حوالہ کی جائے۔

(۴) امتحانات پوری احتیاط سے لئے جائیں درجۂ چہارم تک کے امتحانات میں بالخصوص پوری احتیاط برتی جائے اور ان جماعتوں میں طلبہ کا اوسط حاضری دوسرے درجات سے بڑھا دیا جائے۔

(۵) ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے سپرد کی جائے۔

(۶) اوّل، دوم اور سوم عربی کے طلبہ کا ماہانہ امتحان لیا جائے۔

(۷) سالِ چہارم عربی تک عربی تمرین وانشاء پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے۔

(۸) مدرسین کو اسباق اتنے دئے جائیں کہ وہ تدریس کی ذمہ داریوں سے صحیح طریقہ سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

(۹) مدرسین کے انتخاب میں صلاح وتقویٰ، علمی استعداد، بلند اخلاقی معیار، سلامتی طبع، تدریس اور طلبہ کی تربیت سے دلچسپی کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۱۰) اساتذہ اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرکے طلبہ میں اعلیٰ علمی معیار پیدا کرنے کی جدوجہد کریں۔

(۱۱) سالِ ششم عربی سے دورۂ حدیث شریف تک امتحانات کے دو پرچوں کا حل عربی میں کرنا لازم قرار دیا جائے۔

(۱۲) طلبہ میں عربی ذوق پیدا کرنے کے لئے عربی مجلّات وصحف منگائے جائیں۔ اور دارالمطالعہ قائم کیا جائے۔

(۱۳) طلبہ میں تقریر وخطابت کا ذوق پیدا کرنے کے لئے جمعہ کی رات میں خطابت کی مجلسیں منعقد کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔

نظامِ تربیت:۔

(۱) طلبہ کو راحت وآسائش پہونچانے کے ساتھ ان کی نگرانی درس میں حاضری رات کے مطالعہ اور ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے، امتحانات میں سختی کی جائے، اور ان تمام چیزوں کا باقاعدہ نظم کیا جائے۔

(۲) طلبہ کی اخلاقی نگرانی، عادات واخلاق کی اصلاح اور دینی وضع کی پابندی بہت ضروری ہے، نماز باجماعت کی پابندی، سیرت وصورت کی تربیت و اصلاح کی طرف توجہ کی بیحد ضرورت ہے۔ اور ان امور میں کوئی رعایت نہ ہونی چاہئے۔

✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤

جامع رشید دارالعلوم دیوبند

اللہ تعالیٰ کا بیحد و حساب شکر ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی نئی جامع مسجد پروگرام کے مطابق تعمیری مراحل طے کرتے ہوئے پایۂ تکمیل کے قریب پہونچ رہی ہے اور اب اس کے اندرونی حصوں کو دواروں اور فرش کو سنگ مرمر سے مزید پختہ اور مزین کیا جارہا ہے، یہ کام چونکہ اہم بھی ہے اور بڑا بھی اس پر رقم بھی کثیر خرچ ہوگی محبین و مخلصین کی رائے ہوئی کہ آئے دن رنگ و روغن کرانے کے خرچ سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ اچھی رقم لگادی جائے، اسی احساس کے پیش نظر اتنا بڑا کام سرانجام دینے کا بوجھ اٹھا لیا گیا ہے، ہمیں امید ہے کہ تمام حضرات معاونین نے جس طرح پہلے خصوصی تعاون دے کر مسجد کو تکمیل کے قریب پہنچایا ہے، اسی طرح بلکہ مزید سرگرمی کے ساتھ دست تعاون بڑھاکر اس مرحلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ادارہ کی مدد فرمائیں گے۔

یہ مسجد بین الاقوامی اہمیت کی حامل درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد ہے جس میں نہ جانے کس کس دیار کے نیک لوگ آکر نماز ادا کریں گے خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جنکی کچھ بھی رقم اس مسجد میں لگ جائے، اس لیے اپنی جانب سے اور گھر کے ہر فرد کی جانب سے اس کار خیر میں حصہ لیکر عند اللہ ماجور ہوں اور دوسرے احباب و اقرباء کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائیں اور دن دونی رات چوگنی ہمہ جہتی ترقیات سے نوازتے ہوئے تمام مصائب و آلام سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

پتہ

ڈرافٹ و چیک کے لیے "دارالعلوم دیوبند" اکاؤنٹ نمبر 30076

اسٹیٹ بینک آف انڈیا دیوبند

منی آرڈر کے لئے (حضرت مولانا) مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند 247554